تعمیرِ حیات
لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۳ ۲۵ر فروری ۱۹۸۶ء مطابق ۱۵ر جمادی الآخر ۱۴۰۶ھ شمارہ نمبر ۸

اداریہ

مسلمان اور مسجد

شمس الحق ندوی

مسلمان کے لئے کلمۂ توحید کے بعد ارکان اسلام میں سب سے پہلے جو رکن فرض ہوجاتا ہے وہ نماز ہے جس کی ادائیگی ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، غلام وآقا، مرد وعورت پر ضروری ہے اور یہ کہیں بھی ادا کی جاسکتی ہے جگہ کا پاک ودرست ہونا ضروری ہے، انسان جہاں کہیں بھی ہو زمین کے کسی بھی حصہ پر ہو نماز پڑھ سکتا ہے، حتی کہ ٹرین، جہاز، اور ہوائی جہاز پر بھی یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے مسلمان اپنے کھیت، دوکان، آفس، کارخانہ جہاں کہیں بھی ہو نماز ادا کرسکتا ہے، دیگر مذاہب کی طرح کوئی خاص جگہ متعین نہیں کہ اس کے بغیر نماز نہ ادا کی جاسکے، یہ امت مسلمہ کی خصوصیات میں سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بعض وہ خصوصیات دی گئی ہیں جو دوسرے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں، انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ "جعلت لی الارض مسجداً" پوری زمین میرے لئے مسجد بنادی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خاص حالات میں مسلمان جہاں کہیں بھی ہو نماز ادا کرے گا، اسی لئے بڑے اجتماعات ومجمعوں میں جہاں بھی مسلمان ہوتے ہیں قبلہ رو ہوکر نماز ادا کرلیتے ہیں۔

لیکن عام حالات میں جب لوگ اپنے گھر، گاؤں، اور محلہ میں ہوں تو انہیں اکٹھا ہوکر اجتماعی طور پر نماز ادا کرنا فرض ہے، جس کے لئے وہ کوئی جگہ متعین کرلیتے ہیں پھر سردی گرمی برسات کی زحمتوں سے بچنے کے لئے کوئی عمارت بنالیتے ہیں، یہی مسجد کہلاتی ہے، اور چونکہ یہ جگہ خدا کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے، اس لئے اس کو تقدس وفضیلت حاصل ہوجاتی ہے، اسی لئے اسلام میں مسجد بنانے کی بڑی فضیلت ہے، اللہ کے رسولؐ نے فرمایا من بنی للّٰہ مسجداً بنی اللّٰہ له بیتاً فی الجنة، جس نے خدا کے (کی یاد) لئے مسجد بنائی اس کے لئے خدا جنت میں گھر بناتا ہے۔

مگر یہ مسجد کسی کا دل توڑ کر کسی کی زمین پر زبردستی قبضہ کرکے نہیں بنائی جاسکتی، اسی لئے جب دو یتیموں نے اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کی تو اللہ کے رسولؐ نے ان کی یتیمی کا خیال فرماتے ہوئے قیمت ادا کئے بغیر اس کو مسجد کے لئے قبول نہیں فرمایا، کسی غیر قوم کی عبادت گاہ کو بھی مسجد نہیں بنایا جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سنہ ۶۳۴ء کو بیت المقدس تشریف لائے، قیامہ نامی گرجا میں داخل ہوئے اور اس کے صحن میں بیٹھے تو نماز کا وقت ہوگیا، پادری سے کہا میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں، پادری نے کہا آپ یہیں نماز پڑھ لیں، آپ نے وہاں نماز پڑھنے سے انکار فرمایا، گرجا کے دروازہ پر زینہ کے پاس اگر تنہا نماز پڑھی، اور پادری سے کہا اگر میں گرجا کے اندر نماز پڑھتا تو میرے بعد مسلمان اس پر قبضہ کرلیتے اور کہتے کہ یہاں عمرؓ نے نماز پڑھی ہے۔ اس کے بعد پادری سے کہا مجھے کوئی جگہ بتاؤ جہاں مسجد بناؤں، اس نے صخرہ کے پاس مسجد بنانے کے لئے کہا جو ہیکل سلیمانی کی جگہ ہے اس جگہ کوڑا کرکٹ پڑا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے خود ہی اس کو صاف کرنا شروع کیا، یہ دیکھ کر مسلمان بھی صفائی میں لگ گئے اور فوراً صفائی ہوگئی، اور وہیں مسجد بنانے کا حکم دیا اور مسجد بنی، جس کو عبدالملک بن مروان نے محکم کیا۔[1]

مسجد نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے بنائی جاتی ہے جہاں اجتماعیت ومساوات کا مظاہرہ ہوتا ہے، اس میں امیر وغریب، بوڑھے جوان کا کوئی فرق وامتیاز نہیں، یہ ممکن ہے کہ محلہ کا سب سے غریب وکم درجہ کا شخص پہلے مسجد پہنچے اور سب سے اگلی صف میں کھڑا ہو اور محلہ کا سب سے مالدار شخص یا حاکم بعد میں پہنچے اور پچھلی صف میں کھڑا ہو، یہی نماز باجماعت مسلمانوں میں برادرانہ مساوات اور انسانی برابری کی درس گاہ ہے جہاں مسلمان ایک دوسرے کے حالات سے بھی واقف ہوتے اور ایک دوسرے سے سیکھتے سکھاتے بھی ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ کی ان کو خبر بھی ہوتی ہے، اسی وجہ سے نماز، وہ جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
محمود الأزہار ندوی

خط وکتابت کا پتہ:
نیجر "تعمیر حیات"
پوسٹ بکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔

زر تعاون

سالانہ :	پچیس روپے
ششماہی :	پندرہ روپے
فی پرچہ :	ایک روپیہ ۲۵ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، اجملہ ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک :	۱۲ ڈالر
افریقی ممالک :	۱۵ ڈالر
یورپ وامریکہ :	۱۸ ڈالر

نوٹ

چیک، ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپکا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچیس روپے ارسال فرمایئے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں

بابری مسجد کا وجود تاریخ سے ثابت ہے

ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ کوٹلہ بازار بنارس

یہ مراسلہ متنازعہ عمارت کا تالا کھلنے سے پہلے لکھا گیا تھا

آر ایس ایس کی ایک شاخ وشو ہندو پریشد نے کافی عرصہ سے شری رام جنم بھومی تحریک ملک کے طول وعرض میں چلا رکھی ہے اب اسی کی ایک اور شاخ بجرنگ دل نے شہر کی دیواروں پر اشتعال انگیز نعرے لکھ کر طلبا کو اس تحریک میں شامل ہونے اور اسکولوں کالجوں کو بند کرنے کی اپیل کی ہے۔ کیا رام جنم بھومی کی مکتی کے لیے آر ایس ایس اور اس کی شاخاؤں کا یہ طریقہ مناسب ہے اور کیا اس سے فرقہ واریت کو بڑھاوا نہیں ملے گا۔ امن وامان کے لئے خطرہ نہیں پیدا ہوگا یا ملک کے اتحاد اور سالمیت کے لیے خطرہ در پیش نہیں ہوگا؟

جب شری رام جنم بھومی اور بابری مسجد کا مقدمہ عدالت میں چل رہا عدالتوں کے نظام میں یقین نہیں رکھتے؟ کیا انھیں جمہوری نظام میں اعتماد نہیں ہے کیا وہ سیکولر ملک ہندستان کو ہندو ملک بنانا چاہتے ہیں کیا وہ نہیں چاہتے کہ طلبا پرامن طور پر تعلیم حاصل کریں ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات اور دیگر درجات کے سالانہ امتحانات قریب ہیں ایسے موقع پر اسکولوں کالجوں کو بند کرنے اور طلبا سے تحریک میں حصہ لینے کی اپیل ان کے تعلیمی سال کو برباد کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کہی جاسکتی۔ ایسا کرکے ان کی زندگی کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے اس سے طلبا کا کوئی فائدہ نہ ہوگا دیواروں پر جس طرح کے اشتعال انگیز نعرے لکھے جارہے ہیں اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت پیدا ہوگی اور فرقہ وارانہ فساد ہونے کا اندیشہ ہے وشو ہندو پریشد بجرنگ دل اور شری رام جنم بھومی مکتی تحریک چلانے والوں کو چاہیے کہ وہ ملک کی فضا میں فرقہ واریت کا زہر نہ گھولیں اور ہندستان کے اکثریتی فرقہ میں اقلیتی فرقہ کے خلاف نفرت کا زہر نہ گھولیں جب ہائی کورٹ میں شری رام جنم بھومی اور بابری مسجد کا مقدمہ موجود ہے تو انھیں عدالت کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیئے مقدمہ کی پیروی ثبوت فراہم کرنے پر ہی انھیں اپنی ساری توجہ مرکوز کرنی چاہیئے، صرف شور مچاکر، سڑکوں پر تحریک چلاکر یا عوامی جذبات کو مشتعل کرکے جائداد کا مسئلہ حل نہیں کیا جاسکتا اگر ان لوگوں کو بھگوان شری رام چندر جی سے حقیقی محبت ہے تو انھیں بھگوان شری رام چندر جی کی سیرت اور کردار کو اپنی زندگی کا جزو بنانا چاہیئے، شری رام چندر جی نے اپنے والد کے حکم پر عمل کرکے ۱۴ سال تک جنگل میں رہنا پسند کیا۔ ماں جانکی نے ان کے ساتھ بن میں جاکر نہ جانے کتنی دشواریوں کا سامنا کیا اور کس کس امتحان سے گزریں بھگوان شری رام اور ماں جانکی کے بھگتوں کو اس طرح اکسا کر جھگڑا فساد پیدا کرنا کسی حال میں درست نہیں ہے اس طرح کا کام وہی لوگ کرسکتے ہیں جو ہندوستان کے آئین، یہاں کی عدالت اور جمہوریت میں اعتماد نہیں رکھتے ہیں۔

بھگوان شری رام کب اور کس مقام پر پیدا ہوئے ان کا اصلی محل کس جگہ پر تھا ابھی اس سوال کو لے کر دانشوروں اور عالموں میں اتفاق نہیں ہے جبکہ بابری مسجد کا وجود تاریخ کے صفحات سے ثابت ہے سنہ ۱۵۲۶ء میں بابر نے ابراہیم لودی کو شکست دے کر اپنی ہندوستان سلطنت مغلیہ کی داغ بیل ڈالی اس کے بعد رانا سنگرام سنگھ عرف رانا سانگا کو شکست دے کر اپنی حکومت کو تقویت بخشی شہنشاہ بابر نے ہی اجودھیا میں بابری مسجد تعمیر کرائی، بابر کے بعد اس کے بیٹے ہمایوں کے زمانے میں یہ مسجد قائم رہی۔ ہمایوں کے بعد شاہ شیر شاہ، اکبر، جہانگیر شاہ، جہاں اور اورنگ زیب بادشاہ ہوئے ان کے زمانے میں بھی بابری مسجد مسلمانوں کے استعمال میں رہی، اورنگ زیب کے بعد سے بہادر شاہ ظفر تک سبھی مسلم حکمرانوں کے زمانے میں یہ مسجد نماز ادا کرنے کے کام میں آتی رہی جب انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی تو ملکہ وکٹوریہ کنگ ایڈورڈ، جارج پنجم اور جارج ششم اس ملک کے حکمراں ہوئے ان کے زمانے میں بھی بابری مسجد، مسلمانوں ہی کے انتظام وانصرام میں رہی اور جب ہندوستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا تو رام جنم بھومی کے پجاری نے ایک ہندو کلکٹر کو اپنی سازش میں ملاکر کے بابری مسجد میں مورتی رکھ دی اس سوال پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوگئی حکومت اترپردیش نے مسجد کے صدر دروازہ پر تالا بند کردیا اسی زمانے سے مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے کیا اس حقیقت سے کوئی بھی انصاف پسند شخص انکار کرسکتا ہے پھر بلا وجہ سیدھے سادے ہندوؤں کو گمراہ کرکے نفرت کیوں پیدا کی جارہی ہے کیا وشو ہندو پریشد کے لوگ یہ بتاسکتے ہیں کہ اس تحریک کے نام پر جو کروڑوں روپیہ جمع کیا گیا ہے اس سے غریب ہندوؤں کی کیا امداد کی گئی آج بھی اس ملک میں کروڑوں ہندو غربت کی زندگی گذار رہے ہیں، کتنی عورتیں جہیز کے لالچیوں کے ہاتھوں زندہ جلائی جارہی ہیں کتنے ہریجن سماجی تفریق سے تنگ آکر مسلمان اور عیسائی بنتے جارہے ہیں، وشو ہندو پریشد نے ان کے لئے کیا کیا، کیوں نہیں یہ لوگ جہیز کی لعنت کو ختم کرتے ہریجنوں کو اعلیٰ ذات کے برابر درجہ دلاتے غریبوں کی مالی امداد کرتے مذہبی جذبات کو بھڑکانا کوئی اچھا کام نہیں ہے اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ بالاجی دیورس وکرم ساورکر، بلراج مدھوک، بال ٹھاکرے کی اپیلوں سے مشتعل ہوکر ہندوستان کے ہندو بابری مسجد اجودھیا، گیان باپی مسجد بنارس عیدگاہ متھرا، یا چند اس قسم کی دیگر مسجدوں پر قبضہ کرلیتے ہیں اور انھیں مندر میں تبدیل کردیتے ہیں تو اس سے ہندوؤں کو کیا فائدہ ہوگا یا ہندوستان کا وقار دنیا میں کتنا اونچا ہوجائے گا کیا بھارت کے مسلمان اس کو خاموشی سے برداشت کریں گے دنیا کے مسلم ملکوں میں اس کا کوئی اثر نہیں پڑیگا کیا بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ملیشیا، پاکستان افغانستان، سعودی عرب، مصر، ترکی، متحدہ عرب امارات، کویت، مراقش وغیرہ دنیا کے ۴۵ مسلم ملکوں میں رہنے اور کام کرنے والے ہندوؤں اور وہاں موجود ہندو مندروں کے لئے خطرہ پیدا نہیں ہوگا کیا ایسی صورت میں وشو ہندو پریشد بجرنگ دل آر ایس ایس اور شیوسینا وہندو مہاسبھا کے لوگ ان ملکوں میں جاکر ہندوؤں کا تحفظ کرسکیں گے، اگر نہیں تو پھر اس طرح کی دیوانگی سے کیا فائدہ ہندوستان ایک سیکولر، سوشلسٹ جمہوری ملک ہے یہاں سبھی مذہب ومسلک کے لوگ رہتے ہیں اور سبھی کو مکمل طور پر مذہبی آزادی حاصل ہے پڑوسی مسلم ملکوں کے ساتھ ہمارے تعلقات خوشگوار ہیں عرب ملکوں سے ہم پٹرول اور دیگر مالی امداد بھی حاصل کرتے ہیں۔

ملک کے مفاد میں بہتر یہی ہے کہ اس طرح کی تحریکیں سڑکوں پر نہ چلائی جائیں جو جھگڑا عدالت میں چل رہا ہے اسے عدالت میں ہی طے کیا جائے۔

صوبائی اور مرکزی حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ فرقہ پرستی ابھارنے والوں کو قانون شکنی کی آزادی نہ دے ورنہ ملک کا امن درہم برہم ہوگا، اور قومی یک جہتی اور ملکی سالمیت کے لئے خطرہ پیدا ہوگا۔

اجودھیا کی بابری مسجد کا ایک منظر

[1] (حاشیہ کا حوالہ دیکھیں)

اس کا اجر و ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے اور اس کی اتنی تاکید ہے کہ جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے سخت ناراضگی ظاہر فرمائی۔ فرمایا:-

"میرا جی چاہتا ہے کہ کسی کو امام بنا کر میں گھروں پر جاؤں اور ان گھروں میں آگ لگا دوں، جن کے مکین جماعت میں حاضر نہیں ہوتے، اس وجہ سے مسلمان مسجد بناتے اور اس میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور اس کو تقدس حاصل ہوتا ہے اور اس سے

یہ ملک اور ملک کے باشندوں کے ساتھ کتنا بڑا دھوکا ہے کہ چند جذباتی لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ مذہب کے نام پر عوام کو گمراہ کر کے تمام ملک کے اتحاد و سالمیت کو نقصان پہنچائیں

ان کا بڑا جذباتی تعلق ہوتا ہے اور اس کے چھیننے یا اس پر قبضہ کرنے کو اپنے دینی شعار میں دخل اندازی تصور کرتے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا مسجد کسی دوسرے کی زمین پر یا غصب کی ہوئی زمین پر یا اسی طرح کسی غیر قوم کی عبادت گاہ پر نہیں بنائی جا سکتی کہ اسلام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے مذہب میں دخل اندازی پسند نہیں کرتا، اور نہ ہی دوسرے مذہب والوں کو برا بھلا کہنا پسند کرتا ہے، قرآنی ارشاد ہے:-

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام ۱۰۹)

اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں (سورہ انعام آیت ۱۰۹)

نہ ہی عبادت گاہوں میں رہنے والوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے، نہ ہی کمزوروں اور بچوں نیز عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے، نہ ہی ان کی املاک کو تباہ و برباد کرنے کی اجازت دیتا ہے خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ نے لشکر اسامہ کو روانہ کرتے وقت جو ہدایات فرمائی تھیں ان میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جو لوگ عبادت گاہوں میں ہوں

ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور کمزوروں کو نہ قتل کرنا۔ کھجوروں کو نہ کاٹنا، پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا، بلا ضرورت جانوروں کو نہ ذبح کرنا،

فتح بیت المقدس کے وقت حضرت عمرؓ نے جو پروانۂ امن لکھا وہ اس کی کھلی دلیل ہے کہ کسی کی عبادت گاہ کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا، آپ نے معاہدہ اس طرح لکھا،

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" یہ وہ پروانۂ امان ہے جو خدا کے بندے عمرؓ نے اہل ایلیا کو ان کی جان، مال، گرجے، صلیبیں، بیمار و تندرست ان کے تمام اہل مذہب کے لئے اور یہ کہ ان کے گرجوں کو قیام گاہ نہیں بنایا جا سکتا، نہ انہیں ڈھایا جائے گا، نہ ہی کوئی حصہ توڑا جائے گا نہ ان کی فصیلوں کو توڑا جائے گا، نہ دینوں کو تبدیل کیا جائے گا، نہ ان صلیبوں میں کوئی تبدیلی کی جائے گی، نہ ان کے مالوں میں کمی کی جائے گی، نہ ہی ان کو ان کا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا، نہ ہی کسی کو ستایا جائے گا۔"[1]

اسلام کی ان واضح تعلیمات کے بعد یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی بادشاہ کسی قوم کی عبادت گاہ کو توڑ کر مسجد بنائے جب کسی قوم کی عبادت گاہ کو توڑ کر مسجد میں تبدیل کرنا درست نہیں تو اس میں نماز کیسے درست ہوگی اور جس مسجد میں نماز درست نہ ہو

اکثریت کی اتنی بڑی تعداد میں ایسے دو چار آدمی بھی نہیں جو اس صورتحال پر غور کریں اور ملک کو تباہی سے بچانے کی فکر کریں؟

وہ مسجد ہی کیا۔ اگر کوئی مسجد دل دکھانے اور چڑھانے کے لئے بنی ہو تو اس کی اسلام میں اجازت نہیں۔ اسلام کی ان واضح تعلیمات کے بعد یہ گڑھا ہوا اور خود ساختہ الزام کتنا مضحکہ خیز ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے مندروں کو توڑ کر مسجد بنایا ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا بھی ہوتا تو اس وقت کے علماء اس پر نکیر کرتے، اس مسجد میں نماز کو نادرست کہتے۔

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۶۰

اسلامی تاریخ میں یہ برابر ہوتا رہا ہے کہ اگر حکومتوں نے اسلامی اصولوں کے خلاف کوئی کام کیا ہے تو علماء نے پوری بے باکی کے ساتھ اس پر نکیر

جب کسی قوم کی عبادت گاہ کو توڑ کر مسجد میں تبدیل کرنا درست نہیں تو اس میں نماز کیسے درست ہوگی، اور جس مسجد میں نماز درست نہ ہو وہ مسجد ہی کیا، اگر کوئی مسجد دل دکھانے اور چڑھانے کے لئے بنی ہے تو اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔

کی ہے اور بسا اوقات ان کو اس وجہ سے بڑے امتحان سے گذرنا پڑا ہے، اگر ہندوستان میں یہ بات پیش آئی ہوتی کہ مندر توڑ کر مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے تو اس پر علماء یقیناً نکیر کرتے اور وہ نکیر تاریخ کے اوراق میں ضرور ہی محفوظ ہوتی، لیکن ہمارے علم کی حد تک ہندوستانی تاریخ میں اس کا سراغ نہیں ملتا، پھر فرضی واقعات گڑھ کر عوام کو گمراہ کرنا فرقہ وارانہ کشیدگی کو بڑھاوا دے کر ملک کو تباہی کی طرف لے جانا کہاں کی عقلمندی ہے کیا اتنے بڑے ملک میں اور اکثریت کی اتنی بڑی تعداد میں ایسے دو چار آدمی بھی نہیں جو اس صورت حال پر غور کریں؟ یہ ملک اور ملک کے باشندوں کے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ اور فریب ہے کہ چند جذباتی لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ مذہب کے نام پر عوام کو گمراہ کر کے پورے ملک کے اتحاد و سالمیت کو نقصان پہنچائیں، پورے ملک میں ایسے دو چار آدمی بھی نہیں جو اس خطرناک صورتحال پر غور کریں، اور ملک کو تباہی سے بچانے کی فکر کریں، جس کو آگ میں جھونکنے کی تیاری کی جا رہی ہے۔

شیخ مہربان
کاشی پوری

"اے مسلماں"

اے مسلماں اے متاع دین حق کے پاسباں
سوچ کیوں مٹنے لگے ہیں تیری عظمت کے نشاں
گھٹتا جاتا ہے تیری ہستی کا آخر کیوں وقار
یاس و غم کے ہیں نشاں چہرے پہ تیرے آشکار
پیکر تابندہ تیرے گھر میں اندھیرا ہے کیوں
خامشی نے تجھ کو اے اہل زباں گھیرا ہے کیوں
جوش ہے دریائے غم کا آج سینے میں تیرے
گرد غم ہستی پہ تیری ہے مسلط کس لئے!
عرش کو تکتی ہے کیوں تیری نگاہ بے کسی
آئینہ داری حسرت بن گئی تیری ہنسی
چشم تیرے مطلع خورشید کا تو کام لے
روشنی کی شکل میں ہر اشک کا انعام لے
کیوں سمجھتا ہے تو خود کو اب نحیف و ناتواں
کیوں مجسم بن گیا تو غم کا، بحر بیکراں
زندگی لت پت ہے کیوں تیری غبار و گرد سے
چین کچھ پاتا ہے تو، پاتا ہے آہ سرد سے
اے گلوئے حق کے تابندہ موتی مسکرا
آسمان دین حق کے ماہ کامل جگمگا...
امت ختم رسل کے اے نرالے شاہکار
جگمگا دنیا میں تو مانند مہر زرنگار
دعوتی انداز تو اپنا زمانے کو دکھا
دور ہو جاتے ہوں تجھ سے پاس تو ان کو بلا
اے مسلماں ضبط کی تاثیر کر دل میں جواں
آ، کتابی شکل میں تجھ کو پڑھے سارا جہاں
فکر مستقبل سے تو کیوں ہو گیا ہے بے خبر
تجھ میں مضمر ہے ترے ماضی کا وہ پہلا اثر
اپنے ماضی کی ذرا، اک بار پھر تصویر بن
پھر اسی قوم درخشاں کی حسیں تقدیر بن
جذبۂ دین و اخوت کو نہ تو مفقود کر...
کوشش فکر و عمل کو بھی نہ یوں نابود کر
ہیبت اللہ اکبر تو اگر بن جائے گا
خود بخود دنیائے غم کا آسماں پھٹ جائیگا

کس لئے مجبور ہے لاچار ہے اے مہرباں
جب کہ تو اہل نظر ہے منہ میں رکھتا ہے زباں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صدر مسلم پرسنل لا بورڈ

تحفظ شریعت سے کوئی سیاسی مفاد وابستہ ہے

اور نہ ہی حکومت اور کسی شخص کی مخالفت مقصود ہے

شہر رائے بریلی میں ۹ فروری ۱۹۸۶ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام ایک پراثر کل ہند تحفظ شریعت جس میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں، مسلکوں اور تنظیموں کی نمائندگی ہوئی۔ اور جس میں ریاست کے مختلف اضلاع کے ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان اسلام نے شرکت کی۔ مسلمانوں کو اسلامی سیرت کا مظاہرہ کرنے کے لئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نصیحت اور مرکزی و ریاستی حکومتوں اور وزیر اعظم سے ان مطالبوں کے ساتھ ختم ہوئی کہ شرعی قوانین کو قانونی تحفظ دیا جائے اور بابری مسجد کے معاملہ میں مداخلت کی جائے۔ اسی موقع پر شہر میں عمارت شرعیہ کا قیام بھی عمل میں آیا،

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نے جو بورڈ کے صدر بھی ہیں، اپنی افتتاحی تقریر میں یہ کہہ کر تحفظ شریعت کے معاملہ اس کے صحیح پس منظر میں پیش کر کے اس کی ملی اہمیت کو واضح کر دیا۔ جو غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کے لئے کافی سے بھی زیادہ ہے کہ یہ معاملہ خالص مذہبی ہے اور خالص قانون الٰہی کا معاملہ ہے جس کا روئے زمین پر ہر مسلمان پابند ہے۔ اس کے تحفظ میں نہ کوئی سیاسی

قانون شریعت میں کوئی ترمیم برداشت نہیں کی جائے گی اور نہ کسی قانون ساز ادارے، عدلیہ اور انتظامیہ کے ذریعہ مداخلت برداشت کی جائے گی، سپریم کورٹ نے شاہ بانو مقدمے میں اپنے فیصلے میں جان بوجھ کر شریعت اسلامی (قرآن و سنت) میں مداخلت کی ہے جو قابل مذمت ہے۔

مفاد ہے نہ کسی حکومت، اور شخص کی مخالفت مقصود ہے، اور نہ ہی اس میں کسی کے خلاف نفرت یا انتقام کا جذبہ کارفرما ہے اور نہ کسی قسم کا قومی یا نسلی امتیاز بلکہ دنیا کے اگر کسی اسلامی ملک میں بھی اس قانون میں تبدیلی کی جائے تو ہندوستان کے مسلمان بھی اسی طرح اس کی مخالفت کریں گے اور خود اس ملک کے مسلمان بھی اس کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں گے۔ مولانا نے اختتامی تقریر میں مسلمانوں کو نصیحت کی کہ اسلامی سیرت کا ایسا مظاہرہ کیا جائے کہ شہروں میں اعتماد کی فضا قائم ہو، امن و امان ہو، ایک دوسرے سے تعلقات قائم رکھے جائیں، پڑوسیوں اور برادران وطن کو آپ پر اطمینان ہو۔ بہو بیٹیوں کی عزت کی حفاظت کیجئے اخلاق، شرافت، انسانیت، بھل منساہت سے آبادی کو متاثر کیجئے تاکہ آپ پر مصیبت آئے تو دوسرے آپ کی مدد کریں اور آپ ان کی مصیبت کے وقت کام آئیں۔

اتنے بڑے مجمع میں مولانا علی میاں اپنی اس بے چینی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکے، جو اب سے پچیس تیس برس بعد آنے والے ایک ایسے وقت کے خیال سے ان میں ابھرتی رہتی ہے جب کہیں ایسا نہ ہو کہ اس وقت کی نسل دینی تعلیم اور اردو زبان سے اتنی ناواقف ہو جائے کہ اگر اس کی ملی غیرت کو چیلنج کیا جائے تو وہ بے حس ہو چکی ہو چنانچہ انہوں نے پرزور الفاظ میں بچوں کی دینی تعلیم کی ضرورت پر زور دیا، ان میں توحید کی محبت اور شرک کی نفرت پیدا کرنے پر زور دیا اور کہا کہ دینی تعلیم کے لئے مکاتب کا جال بچھایا جائے، اور بچوں کو اردو کی تعلیم ضرور دی جائے۔

نمونہ بنائیں:-

مولانا سید منت اللہ رحمانی نے جن کی دعا پر اجلاس ختم ہوا، بورڈ کے قیام کے اسباب پر روشنی ڈالی اور مسلمانوں پر زور دیا کہ اپنے اپنے گھر کو اسلامی شریعت کا نمونہ بنائیں انہوں نے کہا کہ اس بورڈ کے سامنے دو محاذ ہیں ایک تو حکومت جس سے جنگ آسان ہے اور اس میں کامیابیاں بھی حاصل ہوتی ہیں جیسے متبنی ایکٹ سے مسلمانوں کا استثنیٰ اور انکم ٹیکس ترمیمی بل کا منظور نہ ہونا، لیکن دوسرا محاذ جو آپ یعنی مسلم سماج ہے اس سے جنگ کرنا بہت مشکل ہے

اجلاس جو صبح ۱۰ بجے شروع ہوا تھا اختتام رات ۹ بجے اتفاق رائے سے ایک آواز ہو کر ان قراردادوں کو منظور کرنے کے بعد جو نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے مولوی سید محمد حمزہ حسنی نے پیش کی تھیں، مولانا سید منت اللہ رحمانی کی دعا پر ختم ہوا۔

مولانا رحمانی نے اس موقع پر مسلمانوں پر زور دیا کہ مشرکانہ رسم و رواج کو چھوڑ دیں اور ہر گھر کو اسلامی شریعت کا نمونہ بنایا جائے۔

مقررین نے عورتوں کے اسلامی حقوق اتحاد، علمائے دین کی تقلید، قانون شریعت کے معنی وغیرہ عنوانات کو اپنا موضوع سخن بنایا، کانفرنس کا ایک خاص پہلو یہ دیکھنے میں آیا کہ نوجوان طبقہ جوش میں تو تھا ہی لیکن ہوش میں بھی تھا، اور باہمی اتحاد اور علمائے دین کے دکھائے ہوئے راستے پر چلنے کے عزم کا پورا اظہار کر رہا تھا اس میں ملک کی سیکولر اور جمہوری قدروں کا جذبہ تھا، چنانچہ ایک نوجوان لیڈر مسٹر سید یحیٰ رانا نے نوجوانوں پر زور دیا کہ علمائے دین کے راستے پر چلیں اور اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے ملک کی جمہوریت میں کلیدی رول ادا کریں۔

یہ معاملہ خالص مذہبی ہے اور خالص قانون الٰہی کا معاملہ ہے جس کا روئے زمین پر ہر مسلمان پابند ہے، اس کے تحفظ میں نہ کوئی سیاسی مفاد ہے نہ کسی حکومت، اور نہ شخص کی مخالفت مقصود ہے۔

آل انڈیا مسلم کنونشن کے صدر اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایکشن کمیٹی کے معاون کنوینر مسٹر ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ نے مسلمانوں کے لئے روز نئے مسائل پیدا کئے جانے پر نکتہ چینی کی، انجمن خدام انسانیت کے صدر سید علم دار نقوی جائسی نے کہا کہ ہم سب مسلمان یک دلی اور تحفظ شریعت اور دین کے لئے مل کر لڑیں گے

سابق ممبر اسمبلی مسٹر قائم حسن نے کہا کہ اتنا بڑا مجمع اس کی دلیل ہے کہ مسلمانوں میں شعور بیدار ہو گیا ہے۔ پروفیسر انگریزی الہ آباد یونیورسٹی مسٹر ارشاد علی نے کہا کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ ظلم نہیں کرتے اور سب سے زیادہ سہولتیں آرام اور آسائش عورتوں کو میسر ہے، چودھری علی مبارک عثمانی نے اس اجلاس کو نعمت بتلایا۔

مشرکانہ رسم و رواج کو چھوڑ دیں اور ہر گھر کو اسلامی شریعت کا نمونہ بنایا جائے۔

اور کہا کہ ہماری تاریخ حق اور صداقت پر مبنی ہے انہوں نے بابری مسجد کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مسلم حکمرانوں کے یہاں بڑے عہدوں پر فائز غیر مسلموں اور مندروں کے لئے جائیدادیں وقف کئے جانے کے واقعات کی روشنی میں کہا کہ یہ مسلمان بادشاہوں پر الزام ہے کہ انہوں نے غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو توڑا۔

اجلاس میں خطاب کرنے والوں میں مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، مولانا سید کلب عابد صاحب مجتہد، مولانا سید سلمان حسنی ندوی، ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی، مسلم مجلس کے کل ہند صدر اور سابق مرکزی وزیر مسٹر ذوالفقار اللہ، مسلم مجلس مشاورت کے سکریٹری، مولانا احمد علی قاسمی، مولانا عتیق پرشد پوری، اودھ گوجر سنگھ کے جنرل سکریٹری اور نوجوان لیڈر محمد یونس، جمعیت اہل حدیث کے سابق لیڈر مسٹر عبدالرشید، مولانا تسلیم احمد، امیر شریعت ضلع رائے بریلی مولانا اظہار احمد رحمانی، کنوینر قرآن سوسائٹی الہ آباد، ڈاکٹر انوار احمد، شامل تھے۔

یادگار دن:-

مسلمانان رائے بریلی کے لئے جنہوں نے ۹ فروری کو اپنا کاروبار بند کر دیا تھا،

تعمیر حیات لکھنؤ

وہ دن ایک یادگار دن ہے ان کو نہیں یاد کہ اتنی عظیم الشان کانفرنس کبھی شہر میں ہوئی ہو اور واقعی کہاروں کے اڈے سے لے کر ناؤن ہال سے متصل نیشنل انٹر کالج کے وسیع میدان میں کانفرنس گاہ تک شیخ شہاب الدین مارگ پر انسانوں کا سمندر لہریں مار رہا تھا، سڑک پر جگہ جگہ خیر مقدمی پھاٹک لگے ہوئے تھے اور پوری سڑک پر قطار سے لاؤڈ اسپیکروں کا انتظام تھا جس سے ان لوگوں کا مسئلہ حل ہو گیا تھا جو کانفرنس کے پنڈال میں جگہ نہیں پا سکے تھے یا سڑک پر ہی رہ کر سننا چاہتے تھے۔

اس پوری سڑک پر ہر گھر میں شہر کی پردہ نشین خواتین کے ہجوم تھے جو کمروں میں اور چھتوں پر ہزاروں کی تعداد میں موجود تھیں اور جن گھروں میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز جا رہی تھی وہاں خصوصاً خواتین ہمہ تن گوش تھیں۔

کانفرنس کے پنڈال میں پیال کا فرش بچھایا گیا تھا اور وہیں ہر نماز کے وقت تمام مجمع قبلہ رو ہو کر زمین بوس ہو جاتا تھا، وضو کے لئے قریب ہی ایک نہر بنا دی گئی تھی تقریروں کی صدا بند کر دینے کے لئے ایسا لگ رہا تھا کہ ہر ایک کی بغل میں ایک ٹیپ ریکارڈ دبا ہوا ہے پنڈال میں یہ انتظام تھا کہ مختلف شہروں کے نام کی تختیاں آویزاں کر دی گئی تھیں تاکہ ہر شہر کے لوگ ایک ساتھ رہ سکیں اور اگر کوئی اپنے ساتھی سے الگ ہو جائے تو اپنی مقررہ جگہ پر جا کر ان سے مل جائے، منتظمین نے کئی معاملوں میں جزئیات کا خیال رکھا تھا جن کو مولانا علی میاں نے بعد میں خاص طور سے بہترین انتظام اور کامیاب کانفرنس کے لئے مبارک باد دی، اور نوجوانوں کو دعا دی۔

مجمع ایک اندازے کے مطابق ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ تھا لیکن ایک خاص بات یہ دیکھنے میں آئی کہ پولیس والوں کو اسے کنٹرول کرنے کے لئے اپنی جگہ سے مشکل ہی سے کبھی ہلنا پڑا ہو اور نہ ہی کسی کے لئے راستہ چلنا دوبھر ہوا ہو۔ بے شک اس وقت یہ مجمع ضرور بے قابو ہو جاتا ہو جب کسی وقفہ کے دوران مولانا علی میاں ڈائس سے نیچے آتے اور ان سے مصافحہ کرنے کے لئے سب کے سب ٹوٹے پڑتے، کانفرنس کے رضاکاروں کے لئے شاید یہی سب سے مشکل وقت ہوتا ہو گا،

اظہار تشکر :-

کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر سید انور علی رانا، نائب چیئرمین مسٹر محمود اظہار احمد رحمانی، مسٹر سید فقیر شبر ایڈوکیٹ، ڈاکٹر محمد مسلم صدیقی نقشبند، ڈاکٹر احمد حسنی (علیگ)

خازن مسٹر محمود اشد خاں، کنوینر چودھری امتیاز احمد ندوی، اور مولوی سید محمد حمزہ حسنی نے شہریوں کا اور دور دور سے آنے والوں کا اور معزز مہمانوں کا نیز پولیس اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا ہے کہ ان کے تعاون سے کانفرنس کامیاب ہوئی۔

قرارداد :-

کانفرنس نے اتفاق رائے سے قرارداد منظور کیں جن کے تحت یہ اعلان کیا گیا کہ قانون شریعت میں کوئی ترمیم برداشت نہیں کی جائے گی، اور نہ کسی قانون ساز ادارے، عدلیہ اور انتظامیہ کے ذریعہ مداخلت برداشت کی جائے گی، اور سپریم کورٹ نے شاہ بانو مقدمے میں اپنے فیصلے میں جان بوجھ کر شریعت اسلامی (قرآن و سنت) میں مداخلت کی ہے جو قابل مذمت ہے۔

اجلاس نے مرکزی حکومت اور خصوصاً وزیر اعظم سے مطالبہ کیا ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی سفارشات کی روشنی میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۲۵ میں ترمیم کرنے کے لئے آئندہ پارلیمانی بجٹ اجلاس میں بل پیش کر کے منظور کرایا جائے تاکہ مسلمانوں میں پیدا ہونے والی بے چینی، اور بے اعتمادی دور ہو۔ اجلاس نے دستور ہند کی دفعہ ۴۴ کو حذف یا اس سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کئے جانے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اس دفعہ میں یکساں سول کوڈ کی سفارش کی گئی ہے جو دستور کے بنیادی حقوق کے منافی ہے اور لسانی و مذہبی اقلیتوں کو جو تحفظ دیئے گئے ہیں، ان سے ٹکراتی ہے۔

اجلاس نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ بلا تفریق مکاتب فکر و سیاسی نظریات و جماعت بورڈ کو تعاون دیں، اور کسی بھی اختلاف و انتشار کو قبول نہ کریں بلکہ مسترد کر دیں۔

بابری مسجد :-

اجلاس نے بابری مسجد سے متعلق فیصلے کے بارے میں حکومت یوپی سے مطالبہ کیا، کہ اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کرے کیونکہ اس فیصلے میں ریاستی حکومت ہی کو مدعا علیہ قرار دیا گیا ہے اجلاس نے مرکزی حکومت وزیر اعظم اور وزیر داخلہ سے مطالبہ کیا کہ اس معاملے میں مداخلت کر کے مسجد کو فوراً مسلمانوں کے حوالے کئے جانے کا اہتمام کیا جائے۔

اس موقع پر رائے بریلی میں امارت شرعیہ بھی قائم کی گئی جس میں مولانا اظہار احمد رحمانی کو امیر شریعت، اور مولانا افتخار احمد ندوی کو ناظم مقرر کیا گیا، اس کے علاوہ مولانا عبد الباری، مولوی شرافت

مولانا محمد متین، اختر ایڈوکیٹ، سعید الدین ایڈوکیٹ، علم دار نقوی ایڈوکیٹ، جمیل احمد، مولوی امین (دلال گنج) سید انور علی رانا، محمود الحسن مولوی سرفراز احمد مظاہری اور اشرف صاحب ارکان نامزد کئے گئے

مسلمان مشتعل ہونے کے بجائے دانشمندانہ اور ٹھوس قدم اٹھائیں

"حکومت بابری مسجد کے بارہ میں حالیہ اقدامات واپس لے"!

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا بیان

اجودھیا کی بابری مسجد کے سلسلے میں یکطرفہ فیصلے سے ہندستان کے تمام مسلمانوں کو غیر معمولی صدمہ ہوا ہے، ایسے حالات میں جبکہ مسلمانوں کے جذبات پرسنل لا کے مسئلہ پر مجروح ہیں، اور اُن کی تمام تر جد و جہد اپنے ملی تشخص کو برقرار رکھنے اور دینی شعائر کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے ہو رہی ہے، بابری مسجد پر پڑے ہوئے تالے کو کھول کر اسے دوسرے فرقہ کو پوجا اور درشن کی کھلی اجازت دینا، اور اس مسجد پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنے کا حکم دینا کسی طرح دانشمندانہ اقدام سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ اس اقدام سے خطرہ ہے کہ مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو جائیں اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ اس ملک پر صرف ایک فرقہ کی حکومت ہے اور طاقت کے بل بوتے پر یکطرفہ فیصلے کر کے دوسروں کے حقوق کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

بابری مسجد کے بارے میں یہ تاریخی حقیقت ہے کہ وہ مسلمانوں کی ملکیت اور ان کی مسجد ہے جس میں وہ ساڑھے چار سو سال سے زائد سے نمازیں ادا کرتے رہے ہیں مسلمانوں میں اس اقدام سے اشتعال کا ہونا فطری بات ہے، اور یہ ان کی دینی غیرت و حمیت کی دلیل ہے، البتہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ فرقہ پرست عناصر کے اشتعال انگیز نعروں سے متاثر نہ ہوں اس سے حالات مزید بگڑ جائیں گے، انھیں چاہیئے کہ اپنی صفوں کو متحد رکھیں اور جس طرح انھوں نے مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں اپنے بے مثال اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے، اسی طرح انھیں ان جیسے نازک مسائل کے بارے میں اپنے اتحاد کے مظاہرہ کے ساتھ دانشمندانہ اور ٹھوس قدم اٹھانا چاہیئے اور حکومت و انتظامیہ کو وہ یہ باور کرا دیں کہ اقلیتوں پر ظلم و زیادتی اور خاص طور سے ان کی عبادت گاہوں پر قبضہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اگر حکومت نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام نہ کیا اور بابری مسجد کے سلسلہ میں کیے گئے حالیہ اقدامات واپس نہ لئے تو اس کے نتائج بڑے سنگین اور خطرناک ہو سکتے ہیں۔

اس مسئلہ پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے حالیہ اجلاس دہلی میں ایک تجویز منظور کر کے اخبارات کو اشاعت کے لئے ارسال کیا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱

بارے میں معلومات جمع کیں، از سر نو اس کا دیوان مرتب کیا اور چند قصائد و اشعار کا اضافہ کیا، الآبار السبعین" "الانوار الزاہیۃ" کے ایڈیشن کی تصحیح و تنقید لکھی، دمشق سے کئی بار شائع ہوا۔

۱۲ "تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر" ابن عساکر کی تاریخ دمشق سب سے اہم اور قیمتی ذخیرہ ہے، دمشق عربی اکیڈمی نے اسے تحقیق کرا کے شائع کرنے کا ارادہ کیا، کام مختلف اساتذہ کے سپرد کیا، ڈاکٹر صاحب مرحوم نے یہ حصہ جو حرف العین الف سے شروع ہے اور ۱۰۱۴ صفحات پر مشتمل ہے، تنہا ایڈٹ کیا۔

۱۳ "تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر" یہ حصہ ع د سے شروع ہے اور استاذ مطاع الطرابیشی اور سکینۃ الشہابی کے اشتراک کے ساتھ کام کیا۔

۱۴ "تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر" تیسرا حصہ جو ع ب سے شروع ہوا اور استاذ ریاض مراد اور روحیۃ النحاس کے تعاون و اشتراک کے ساتھ شائع کیا۔

۱۵ "الوافی للصفدی: الجزء الخامس عشر" یہ حصہ حرف ث (ثامر حسن) سے شروع ہوتا ہے اس کتاب کو جرمن مستشرقین کی انجمن نے بیروت سے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا۔

نوٹ :- مقالہ کی تیاری کے لیے مندرجہ ذیل مصادر سے استفادہ کیا گیا: ۱- مرحوم کی خود نوشت یادداشت، ۲- افراد خاندان، ۳- ڈاکٹر عبد الباسط بدر، استاذ جامعہ اسلامیہ، ۴- مرحوم سے ان کی زندگی میں ذاتی استفسارات و تبادلۂ خیالات۔

انسانیت کی سب سے بڑی خدمت

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے مشرق وسطیٰ سے ہندوستان واپس جاتے ہوئے تین دن کے لئے کراچی میں قیام فرمایا، اس مختصر قیام کے دوران مولانا المحترم نے ایک نہایت موثر اور انقلاب آفریں تقریر فرمائی، اس تقریب کے خصوصی مہمان میجر جنرل محمد افضل خاں صاحب ڈپٹی مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کراچی تھے۔ بے حد مختصر اخباری نوٹس کے باوجود تقریب مذکور میں مقتدر علما، ممتاز اساتذہ، ادبا و شعرا، وکلا اور دیگر معززین نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ مولانا موصوف کی یہ بصیرت افروز تقریر ندر ناظرین ہے۔ (بشکریہ بیدار العلم کراچی)

تاریخ اسلام میں اور خلافت راشدہ کی تاریخ میں درجنوں مثالیں ہیں، یہ چیز دنیا کے بادشاہوں کو معلوم ہوتی تھی۔ یعنی قیصر و کسریٰ کو معلوم ہوا کہ یہ قصہ کیا ہے؟ اپنی فوج کے کمانڈر سے پوچھا کہ میں فوج پر فوج بھیجتا ہوں، بڑے آزمودہ کار جنرل جنہوں نے ایران کو شکست دی ہے اور قلب ایران تک پہونچ گئے ہیں، لیکن مسلمانوں سے ہر فوج شکست کھا کر آتی ہے۔ مجھے بتاؤ یہ آدمی ہیں کہ جن ہیں کون لوگ ہیں کمانڈر نے کہا کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو عرض کروں، اس نے کہا کہ "ان کی حالت تو یہ ہے کہ رات کو یہ راہب معلوم ہوتے ہیں بڑے عبادت گزار ہیں اور دن کے شہسوار ہیں رات کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ میدان جنگ سے انہیں کوئی واسطہ نہیں، یہ کیا جانتے ہوں گے کہ تلوار کس طرح پکڑی جاتی ہے کس طرح چلائی جاتی ہے، لیکن دن میں گھوڑوں کی پیٹھ پر دیکھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے کی ان کو فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن " بالیل رہبان وبالنہار فرسان" اگر آپ رات میں مسجد میں چلے جائیں تو ان کے قرآن پڑھنے کی آواز کی وجہ سے کسی دوسرے کی آواز سنائی نہیں دیتی یہ لوگ اپنے مفتوحہ علاقے کی کسی معمولی سے معمولی دکان کی معمولی سے معمولی چیز بھی دام دیئے بغیر نہیں خریدتے ان کا حال یہ ہے کہ ان کے امیر کا لڑکا بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹے بغیر باز نہ آئیں" اس نے کہا کہ اگر تم نے ان کا صحیح حال بیان کیا ہے تو میں جہاں بیٹھا ہوں یہاں تک ان کی حکومت ایک دن پہونچ کر رہے گی"۔

حضرات! میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ انسانیت انسانی کی اصل ضرورت یہ ہے کہ ایک وسیع ماحول کی سطح پر پوری قوم کی سطح پر جو اپنے ساتھ کمزوریاں بھی رکھتی ہو۔ ضرورتیں بھی رکھتی ہو۔ ایک نئی زندگی کا نمونہ پیش کیا جائے۔ اس ضرورت کو بعثت محمدی نے پورا کیا، میں نے شروع میں جو آیت پڑھی تھی، اس میں بھی بتایا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر قابو دیں گے اور ہم ان کے قدم کسی ملک میں جما دیں گے تو یہ نہیں ہو گا کہ یہ عیش و عشرت میں پڑ جائیں گے، یہ تعمیرات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے، بڑے بڑے سرمائے جمع کریں گے ان کا تمدن ایک گلدستہ بن جائے گا۔ ان کی زندگی میں ان کے شہروں میں حسن برستا ہوا نظر آئے گا۔ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ سواریوں پر بیٹھے نظر آئیں گے۔ ان کے دسترخوان انواع نعمت سے چنے ہوئے ہوں گے ان کے شہر گلزار ہوں گے۔ نہیں پوری تاریخ فتوحات کی تاریخ، کشور کشائی کی تاریخ، جنگ آزمائی کی تاریخ اور انسانی عزم کی تاریخ کے تجربوں کے برخلاف ان کا یہ حال ہو گا کہ الذین ان مکنّٰھم فی الارض۔ اگر ہم ان کو زمین پر کچھ تمکین عطا فرمائیں گے تو یہ نماز کو برپا کریں گے (اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ) میں اس کا ترجمہ نہیں کرتا کہ یہ نماز پڑھیں گے لفظ صلّوا نہیں ہے بلکہ اقاموا الصلوٰۃ اقامت صلوٰۃ کریں گے یعنی نماز کو زندگی کا جزو بنائیں گے۔ نماز کو زندگی کا لازمہ بنائیں گے اور اس کا اہتمام کریں گے اور وہ زندگی میں داخل ہو جائے گی۔ اس کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے جس فضا کے تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ جس علم کی ضرورت ہے، جن جگہوں کی ضرورت ہے، جن کو مساجد کہتے ہیں یہ سب اہتمام کریں گے، اقاموا الصلوٰۃ میں یہ سب چیزیں آ جاتی ہیں و آتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ دیں گے، زکوٰۃ کا فریضہ زندہ کریں گے اور زکوٰۃ کو عام کریں گے وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر اور نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔ یہ تھا راز اس واقعہ کی جہانگیری کا۔ اس واقعہ کی اعجاز نمائی اور اس واقعہ کی بو العجبی کا جو بعثت نبوی اور امت مسلمہ کے ظہور کی شکل میں جیتا جاگتا پیش آیا۔

یہ وہ چیز تھی کہ جس نے ساری دنیا کو طور کرنے پر مجبور کر دیا اور ساری دنیا کی نگاہیں اسلام کی طرف مرکوز کر دیں اس کا سبب یہ تھا کہ پاکباز اور عابد لوگ پیدا ہوئے ایسے لوگ پہلے بھی موجود تھے، لیکن جو چیز ان کو متوجہ کرنے والی تھی وہ یہ کہ یہ کیا ہو گیا؟ ایک سوسائٹی ایک نئی سوسائٹی وجود میں آئی، ایک نیا معاشرہ وجود میں آیا اس کا نتیجہ تھا کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان جو تین برس گزرے ان میں اس کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ جتنے پورے انیس بیس سال کے عہد نبوت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ امام زہریؒ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں بیان کرتے ہیں کہ ۳، ۴ برس میں جو صلح کا زمانہ ہے اسمیں جس تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے ہیں یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا جو منظر سامنے آیا ہے یہ مکہ معظمہ کے ۱۳ برس اور مدینہ طیبہ کے سات آٹھ برس میں یہ بات پیش نہیں آئی حالانکہ اللہ کا نبی موجود تھا، قرآن مجید نازل ہو رہا تھا وحی کا سلسلہ جاری تھا اور اذانیں ہو رہی تھیں، نمازیں ہو رہی تھیں، مدینہ منورہ کا ماحول تھا، لیکن بات کیا تھی کہ وہ پورا معاشرہ اس نقطۂ ارتقا کو نہیں پہنچا تھا۔ یا وجود میں نہیں آیا تھا اور دوسروں کو جنگوں کی وجہ سے اس کو دیکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا، آج بدر کی لڑائی ہے۔ کل اُحد کی لڑائی ہے، پرسوں فلاں لڑائی ہے، حیات نبوی میں ۲۷ تو غزوات ہوئے ہیں اور سرایا کی تعداد تو کوئی سو کے ہے ان جنگوں کی وجہ سے عرب کے باشندوں کو اور خاص طور پر قریش کے لوگوں کو اسلامی زندگی کے مطالعہ کا موقع نہیں ملتا تھا جب صلح ہو گئی تو اسلام کے دروازے کھل گئے جس کا جی چاہے آ جائے امن و امان کے ساتھ رہے۔ اپنے عزیزوں کے گھر مہمان رہے اور یوں آنے والوں نے دیکھا کہ ان مسلمانوں کی راتیں کس طرح گزرتی ہیں ان کی شیوں کا گداز، ان کے دلوں کی تپش اور سوز و ساز ان کی رحم دلی اور ان کی آنکھوں کی اشک باری اور دل کی رقت اور ان کا ایثار، اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر مہمانوں کا پیٹ بھرنا، چراغ گل کر دینا تاکہ مہمانوں کو اندازہ نہ ہو بچوں کو بہلا کر سلا دینا خود بھوکا رہنا، یہ جب ہوا کہ جب لوگ مدینے آئے اور مدینے کا معاشرہ دیکھا۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج بھی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایک معاشرے کی سطح پر مکمل طور پر اسلامی معاشرہ دنیا کے سامنے آئے، ایک زندگی زندگی کی طرح محض عقیدہ یا محض محدود دائرہ نہیں، بلکہ زندگی جس کا نام ہے، حیات جس کا نام ہے، جس کے اندر اضطراب ہے، جس کے اندر احتزاز ہے، جس کے اندر ارتعاش ہے، جس کے اندر جوش ہے، جذبات بھی ہیں، تجارت بھی ہے، زراعت بھی ہے، جس کے اندر حاکم و محکوم کی تقسیم بھی ہے، جس کے اندر عالم و جاہل کا فرق بھی ہے جس کے اندر بوڑھے بھی ہیں جوان بھی ہیں بچے بھی ہیں، اپنی تمام بوقلمونیوں کے ساتھ اپنے تمام توقعات کے ساتھ، وہ زندگی دنیا کے سامنے آئے کہ ان سب چیزوں کے ساتھ ایک صالح معاشرہ ابھر سکے اور انسان دنیا میں باعزت انسانی کی طرح اور آزاد انسانوں کی طرح زندگی گزار سکے اور ترقی کر سکے یہی انسان دنیا کو جو کچھ دے سکتا ہے یوں اس کی ملت دنیا کی اقوام و ملل کی صف میں ایک باعزت مقام حاصل کر سکتی ہے۔ اگر جنگ کی ضرورت پڑ جائے تو جنگ بھی کر سکتا ہے اگر دنیا کو ذہنی طور پر، اخلاقی طور پر کسی مدد کی ضرورت پڑے تو وہ مدد کی بھی صلاحیت رکھتا ہے یہی فرد یہی مسلمان ایک باعزت اور باوقار ملک، ایک طاقتور ملک کی اساس رکھ سکتا ہے انسانی زندگی بہت وسیع ہے جسمیں سب کچھ ہے یہ رات مسلسل اس لئے مبعوث کی گئی ہے کہ وہ ایک صالح معاشرہ ایک خدا ترس انسان دوست معاشرہ، ایک صاحب ضمیر معاشرہ کو وجود میں لائے، ایسا معاشرہ جس میں دولت سب کچھ نہیں ہے جسمیں اصل چیز خدا کی رضا اور اس کی خوشی، اصل چیز ہے آخرت کا نفع، اصل چیز ہے اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل، اس معاشرے پر تمدن سوار نہیں ہے بلکہ اس نے تمدن کو اپنی راہوں کے نیچے رکھا ہے تمدن

کا مرکب ہے راکب نہیں اس نے زندگی کے آسائشوں کے سامنے سپر نہیں ڈالی زندگی کی آسائشوں کو اپنا تابع بنا رکھا ہے وہ حدود کو جانتا پہچانتا ہے۔ وہ کسی حد شرعی سے کسی وقت تجاوز نہیں کرتا۔ ظلم نہیں کرتا، اس کے یہاں رشوت کا وجود نہیں ہوتا، اس کے ہاں چوری سے کوئی واقف نہیں اس کے یہاں کسی جج کو کسی طاقت اور ترغیب سے کسی غلط فیصلے پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا اس کے دفاتر میں کام کرنے والے کام چور نہیں ہوتے، وہ دیر کرکے آنے والے نہیں ہیں وہ ناحق اپنی تنخواہیں وصول کرنے والے نہیں ہیں، وہاں کسی کمزور سے کمزور پر ظلم ہو تو وہ طاقتور سے طاقتور آدمی بن جاتا ہے، اگر کوئی بڑا طاقتور آدمی ظلم کرے وہ کمزور سے کمزور آدمی سمجھا جاتا ہے، جیسے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ تم میں بڑے سے بڑا قوی میرے نزدیک کمزور ہے اگر وہ ظلم کرے گا اور تم میں سب سے زیادہ کمزور سب سے زیادہ طاقتور ہے اگر اس پر ظلم ہوگا ایسی آئیڈیل سوسائٹی ایسا آئیڈیل معاشرہ یہ ہے جس کو دنیا ترستی رہی ہے صدیوں تک اور یہ ہے جس کو دنیا تڑپ رہی ہے۔

اس وقت اگر انسانیت کی کوئی خدمت ہوسکتی ہے تو یہ کہ عام معاشرے کی سطح پر ایک اجتماعی زندگی کی سطح پر، ایک ملک کی سطح پر ایک مملکتی سطح پر، اسٹیٹ کی سطح پر آپ اسلامی زندگی کا مظاہرہ کریں یہ وہ چیز ہے جسمیں ہزاروں نہیں لاکھوں مقناطیسوں کی کشش ہے، جس کے اندر یہ دلربائی ہے وہ دلفریبی ہے کہ جو قوموں کو، امریکہ اور روس کو سوچنے پر مجبور کردے گی۔

آج پچھلی صفوں میں ہماری اور آپ کی جگہ ہے۔ اور ہم سو چیزوں کے لئے ان کے محتاج ہیں، لیکن اگر ہم ایسے معاشرے کا نمونہ پیش کریں تو ان کی گردنیں احترام سے آپ کے سامنے جھک جائیں گی کہ وہ اپنے ہاں جرائم کا استیصال نہیں کرسکے وہ شراب نہیں چھڑا سکے، وہ جوا نہیں چھڑا سکے، وہ ظلم کرنا نہیں بند کرسکے اور آپ کے ہاں یہ سب چیزیں ناپید ہیں، یہ ہے وہ خدمت جو پاکستان انجام دے سکتا تھا اور آج بھی انجام دے سکتا ہے اور اس لئے اس کو مستحکم رہنے کی ضرورت ہے۔ شاید اس سفر میں یہ میری آخری گزارش ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسا منتخب مجمع عطا فرمایا مجھے جو کچھ خطرہ ہے وہ نفسانیت سے ہے میں بالکل صاف کہتا ہوں مجھے کوئی بیرونی خطرہ نظر نہیں آتا اگر آپ متحد ہیں اگر آپ بامقصد ہیں، اگر آپ معیار پر پورے اترتے ہیں تو آپ کے لئے نصرتِ خداوندی سات آسمان سے اترے گی لیکن خطرہ مجھے جو کچھ ہے وہ نفسانیت سے ہے جاہ طلبی سے ہے وہ حکومت کی اس چاٹ سے ہے جو قوموں کو چاٹ لیتی ہے ان کو بالکل ختم کردیتی ہے ان کو بالکل کھوکھلا بنا کر رکھ دیتی ہے۔ مجھے جو کچھ خطرہ ہے وہ شخصی مفادات کا ہے اور آپ جانتے ہیں اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی مملکت کو جو کچھ نقصان پہونچا ہے وہ انہی لوگوں سے پہونچا ہے۔ آپ عباسیوں کی تاریخ پڑھتے ہیں، ابن العلقمی اور نصیر الدین طوسی کے نام آپ نے پڑھے ہوں گے جنہوں نے ہلاکو خاں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہندوستان کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو جعفر و صادق کے نام ملیں گے جن کے لئے علامہ اقبال کہہ گئے ہیں۔

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگِ ملت، ننگِ دیں، ننگِ وطن

مجھے ڈر ہے کہ کوئی جعفر و صادق نہ پیدا ہوجائیں، اب جعفر و صادق اس طرح کے پیدا نہیں ہوتے بلکہ مذہبی اختلاف کو ہوا دے کر اور گروہی پروپیگنڈہ کرکے اور ملک میں اعتقادی یا سیاسی انتشار پیدا کر کے اور اپنا گرویدہ بنا کر عہد حاضر کے جعفر و صادق سامنے آتے ہیں جو کچھ اندیشہ ہے انہیں جعفران بے ضمیر اور صادقان بدتدبیر سے ہے اگر آپ کے ملک کے لئے میرے لئے کوئی خطرہ ہے تو وہ اعتقادی انتشار ہے جو اس ملک میں تیزی سے بڑھ رہا ہے تکفیر کے مذہبی اکھاڑے سجائے جارہے ہیں اور دوسرا خطرہ سیاسی انتشار ہے ملک کے وسیع تر مفاد کو بھول جانا اور اپنے خاندانی اور گروہی مفادات کو سامنے رکھنا اور اگر کوئی اندیشہ ہے تو صوبائی تعصب اور لسانی تعصب ہے کہ زبان کا بھوت کسی پر سوار ہوجائے اور کسی صوبے کی پرستش یوں کی جائے کہ اس کا بت بن جائے جس کے سامنے پوری قوم سجدہ ریز ہوجائے اور اس کی قربان گاہ پر پوری قوم کو قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہوجائے۔ خدا ان خطرات سے محفوظ رکھے یہی حقیقی خطرات ہیں جو آپ کے ملک کو درپیش ہیں۔ آپ ان سے بچنے کی کوشش کریں یہ بات اپنے تاریخی مطالعہ اور اپنے قیام پاکستان کے چند دنوں کے تجربے کی روشنی میں کر رہا ہوں اور ان خطرات سے آپ کو آگاہ کر رہا ہوں، پاکستان کو بحیثیت ایک زندہ اسلامی معاشرے کے (جو دنیا کے اسٹیج پر عزت کے ساتھ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہے) آزادی کے ساتھ اپنی گردن اونچی کئے ہوئے اور سر اونچا کئے ہوئے) اپنا فریضہ انجام دینا ہے۔ اس سے بڑھ کر اسلام کی دعوت اور اسلام کی تبلیغ کا کوئی اور ذریعہ نہیں، جب دنیا دیکھے گی کہ اسلام کی تعلیمات پر وہ افراد ہی نہیں، وہ لوگ ہی نہیں جو تارک الدنیا نہیں، بلکہ متروک الدنیا ہیں۔ —— بلکہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت ہے جن کے پاس وسائل ہیں، اتنا وسیع ملک ہے، مملکت ہے وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات پر اس بدلے ہوئے وقت میں، اس عہد انقلاب میں بھی عمل ہوسکتا ہے، اسلامی قانون نافذ ہوسکتا ہے اور مملکت کے تمام شہری اس کو دل و جان سے قبول کرسکتے ہیں اس کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ کامیاب ثابت کرسکتے ہیں، اور اس ملک سے چوری، رشوت خوری، کرپشن اور تمام بداخلاقیاں دور ہوگئی ہیں، اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی برکت سے تو آپ یاد رکھئے کہ ایک نیا انقلاب دنیا میں آئے گا۔ میں نہیں کہتا کہ وہ انقلاب اس انقلاب سے کوئی مناسبت رکھتا ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا میں آیا اور آپؐ کے انفاس کی برکت سے آیا، لیکن بہرحال یہ انقلاب بھی انہی کے غلاموں کا لایا ہوا انقلاب ہوگا۔

یہ ہے وہ چیز جس پر آپ کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے کہ آپ ایک آزاد طاقتور اسلامی معاشرے کی حیثیت سے اپنی سالمیت قائم رکھیں، اپنا استحکام قائم رکھیں اور ذاتی مفادات کو، گروہی مفادات کو جلا کر خاک کردیں، اس موقع پر یاد رکھنے کیلئے کہ پہلے آپ کیا تھے؟

یاد کرو وہ زمانہ جب تم انگلیوں پر گنے جاتے تھے جب تم چند نفوس تھے اور تم ایسے بے سہارا تھے کہ ڈرتے تھے کہ کہیں جھپٹا مار کر تمہیں اڑا نہ لے جائے، تمہارا دشمن اوپر سے کہیں یوں ہی اڑا نہ لے جائے اللہ نے تمہیں پناہ دی اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور تمہیں کیسی کیسی نعمتیں عطا کیں جو آج آپ کو اس سرزمین پر بکھری نظر آرہی ہے۔ آپ اس کی قدر کریں۔ اللہ کا شکر ادا کریں (الانفال) اس نعمت کی ناقدری نہ کریں اس لئے کہ اللہ صاف صاف فرماتا ہے "کہ اگر تم نے شکر ادا کیا تو ہم اور دیں گے اگر تم نے کفران نعمت کیا تو یاد رکھو میرا عذاب بہت سخت ہے" سورۂ ابراہیم

میں علماء سے کہوں گا کیونکہ میرا تعلق بھی انہیں سے ہے، میرا حق ہے اس گروہ پر کہ سارے جھگڑوں کو آپ بالائے طاق رکھ کر پاکستان کو مستحکم رکھئے، مضبوط بنائیے۔ اور یہ بحثیں یا وہ مدرسوں میں ہونی چاہئیں۔ عوام میں نہیں آنا چاہئیں، ان کی بنیاد پر عوام کو اس طرح کا فرد مومن کے گروہوں میں تقسیم نہیں کرنا چاہیئے میں علماء سے کہوں گا کہ آپ اپنی توانائیاں ضائع کر رہے ہیں آپ کو تو دعوت اسلام کے لئے یورپ اور امریکہ جانا چاہیئے تھا۔ ؏

تو رہا کا ہے تمسکاری ابھی ابتدا ہے تیری
نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ و ماہی

ان مسلمانوں کو کیا کلمہ پڑھاتے ہیں۔

آپ اگر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں گے تو انشاء اللہ مسلمان ہی رہیں گے بڑی بے توفیقی کی بات ہے، بڑی کم نگاہی اور بے بصیرتی کی بات ہے کہ ان علمی اور کلامی مسلکوں کو عوام میں لایا جائے اور ان کی بنیاد پر ایک دوسرے کا دشمن بنایا جائے اور ملک کی طاقت کو ضائع کیا جائے صرف اس لئے کہ کسی جماعت کے سر سہرا بندھتا ہے اور کس جماعت کو کریڈٹ ملتا ہے، ہم پاکستان کے مفاد کو نظر انداز کرکے جماعتی سطح پر کام کریں اور جماعتی سطح پر سوچیں، یہ بات علماء کے منصب کے خلاف ہے، بلاارادہ بغیر کسی نقشے کے، بغیر کسی منصوبے کے جو اللہ نے کہلوایا وہ میں نے اس اجتماع میں کہہ دیا اور آپ نے سنا اگر یہ باتیں قابل غور ہیں تو انہیں محفوظ کریں اپنے ذہن میں رکھیں اور دوسروں تک پہونچائیں، اگر یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتیں یا میں نے اپنے حدود سے تجاوز کیا ہے تو مجھے معاف فرمائیں اور مجھے موقع دینے والوں کو بھی معاف فرمائیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے عالمگیر پیمانے پر دین کی اشاعت اور دین کی تبلیغ کا کام لے اور اتنے عرصے کے بعد دنیا کے سامنے ایک نمونہ بن کر آئیں

اجودھیا کی بابری مسجد جس پر جنم بھومی مندر کا بورڈ لگا دیا گیا

ڈاکٹر شکری فیصل

شخصیت و خدمات

۱۹۱۸ ——— ۱۹۸۵ء

ڈاکٹر محمد اجتباء صاحب ندوی مدینہ منورہ

ملک شام کے نامور ادیب و محقق اور اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے ممتاز و محبوب استاذ جناب پروفیسر ڈاکٹر شکری فیصل ۲ر اگست ۸۵ء کو سوئزرلینڈ میں قلب کے آپریشن کے دوران وفات پاگئے اور ۱۰ر اگست ۱۹۸۵ء کو بعد نماز ظہر جنت البقیع میں ان کی تدفین عمل میں آئی

پروفیسر شکری فیصل شام کی دارالسلطنت دمشق کے ایک ممتاز دینی و علمی گھرانہ میں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے، والد شیخ عمر اور گھریلو تربیت نے بچپن ہی سے دین و علم کا گرویدہ بنا دیا تھا، شگفتہ طبیعت اور فراخدلی وراثت میں ملی تھی، بعد میں جوہر علم و دین نے ان دونوں میں نکھار اور جلا، پیدا کردی تھی جس کی وجہ سے ان کی مجلس اور نشست میں بیٹھنے والا کبھی اکتاہٹ فردی اور ندامت محسوس نہیں کرتا تھا خوش گفتاری نرم خوئی، جرأت ادبی، ہمدردی، غم خواری اور قول و عمل میں ہم آہنگی کے ساتھ مزاج ظرافت کی چاشنی تھی،

ابتدائی اور ثانوی تعلیم دمشق کے اسکولوں میں حاصل کی اور ہمیشہ ممتاز رہے، ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے قاہرہ بھیجے گئے اور فواد اول یونیورسٹی (موجودہ قاہرہ یونیورسٹی) سے ۱۹۴۲ء میں ادب عربی میں بی۔ اے کی سند حاصل کی جس میں نمبر اول آئے بلکہ امتیاز حاصل کیا، دمشق واپس آکر ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء تک دمشق کے ہائیر سکنڈری اسکولوں میں زبان و ادب کے مدرس رہے، اس دوران دمشق یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری بھی حاصل کرلی، ۱۹۴۶ء میں تشنگی علم نے دوبارہ سوئے قاہرہ روانہ کردیا اور اسی فواد اول یونیورسٹی میں ایم۔ اے (ادب عربی) میں داخلہ لیا اور ایک بالکل نئے مضمون "عربی ادب میں ادبی تحقیق کے طرق و مناہج (تقدیم۔ تنقید۔ تجویز)" کو رسالہ کا موضوع بنایا۔ رسالہ کے سپروائزر شعبہ کے فاضل استاذ پروفیسر امین الخولی مقرر ہوئے، پروفیسر خولی ان کے لیے نئے استاذ نہیں تھے، ۱۹۴۲ء میں بی۔ اے کے طالب علم کی حیثیت سے نہ صرف ان کے زیر تعلیم رہے تھے بلکہ درجے میں مختلف ادبی مسائل پر استفسارات، تبادلِ خیالات اور بحث و مباحثہ کی وجہ سے قربت حاصل ہوگئی تھی، اگرچہ بعض ادبی خیالات میں استاذ سے اختلاف رہا، یہ بھی اتفاق تھا کہ شعبہ نے اس اہم اور نزاعی موضوع کا مشرف ابن خولی کو بنایا، جن سے بی۔ اے کی تعلیم کے دوران چند ادبی مسائل میں نقطۂ نظر کا اختلاف رہا تھا، نقطۂ نظر کے اختلاف کے باوجود پروفیسر خولی نے محنتی اور سعادتمند شاگرد کا انتہائی فراخدلی سے رسالہ تیار کرنے میں تعاون اور پوری پوری ہمت افزائی کی، شاگرد کو جن مسائل کے باقی رکھنے پر اصرار تھا، اسے اس کی آزادی دی، رسالہ کے مناقشہ کے وقت اپنے اختلاف کا تذکرہ تھا، اور شاگرد کو اپنے نقطۂ نظر کے توجیہ و وضاحت کی اجازت بھی دی، رسالہ فرسٹ کلاس نمبروں سے منظور ہوا، اسی وقت شکری فیصل نے اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کرلینے کا فیصلہ کیا اور پی۔ ایچ۔ ڈی میں داخلہ کے لیے درخواست دے دی، اپنے اساتذہ اور دوستوں کے مشورے سے ایک دوسرے جدید موضوع کے اختیار کرنے کا ارادہ کیا، اپنے ایم۔ اے کے نگراں پروفیسر امین الخولی سے مشورہ کرنے گئے تو انہوں نے بھی تائید کی، موضوع نیا اور اچھوتا تھا، شکری فیصل کی جس معاشرہ میں تربیت ہوئی تھی اس میں اسلام اسلامی معاشرہ اور اسلامی فتوحات کو اعلیٰ اور محبوب مقام حاصل تھا، چنانچہ انہیں اس موضوع پر لکھنے اور اس کو معروضی انداز میں پیش کرنے کا خیال برابر آتا رہا، اپنے ایم۔ اے کے رسالہ کے دوران گہرے اور وسیع مطالعے نے مزید شوق و ذوق پیدا کردیا تھا کہ اسلام کے اولین معاشرہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور اس نے انسانیت اور زبان و ادب پر جو اثرات چھوڑے ہیں اسے اجاگر کیا جائے، چنانچہ موضوع :- "صدر اول میں اسلامی معاشرے" ترقی و نمو، بنیادی عناصر اور لغوی و ادبی اثرات و تغیرات" کے عنوان سے یونیورسٹی میں پیش کیا گیا منظور ہوا اور مجلس جامعہ نے پروفیسر امین الخولی ہی کو اس رسالہ کا بھی نگراں مقرر کیا، تقریباً تین چار برس کی محنت و کاوش کے نتیجہ میں ایک عالمانہ اور ممتاز مقالہ پیش کیا جس نے مجلس اور ممتحنین کی جانب سے خراج عقیدت حاصل کیا،

۱۹۵۱ء ابتداء میں شکری فیصل نے ڈاکٹوراہ کی ڈگری حاصل کی اور دوسرے ہی ماہ دمشق یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں بحیثیت ریڈر تدریس کے فرائض انجام دینے شروع کئے، ۱۹۴۹ء میں قاہرہ کے دوران قیام فواد اول یونیورسٹی کے مشرقی زبانوں کے انسٹیٹیوٹ سے عربی لہجات میں ڈپلوما بھی حاصل کرلیا،

ڈاکٹر شکری فیصل نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی جد و جہد اور علمی و تدریسی لیاقت سے نہ صرف یونیورسٹی میں بلکہ علمی و ادبی دنیا میں شہرت و مقبولیت حاصل کرلی، ۱۹۵۶ء میں شعبہ ادب و تنقید کے صدر اور ۱۹۶۱ء میں پروفیسر منتخب ہوئے، اس دوران وہ بیروت یونیورسٹی میں بھی جز وقتی پروفیسر کے طور پر کام کرتے رہے۔

دمشق اور بیروت یونیورسٹی میں تدریسی فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ تحقیقی، علمی اور ادبی کام بھی کرتے تھے، اپنے ایم۔ اے و پی۔ ایچ۔ ڈی کے رسالوں کو شائع کرانے کے علاوہ متعدد کتابیں تصنیف و شائع کیں، نیز عالم عربی و اسلامی اور مستشرقین کی کانفرنسوں میں شرکت کی اور مقالے پیش کئے، جس سے مقبولیت و شہرت میں اضافہ ہوا، بیشتر یونیورسٹیوں نے اپنے یہاں وزٹنگ پروفیسر (استاذ زائر) کے طور پر مدعو کیا، مثال کے طور پر فاس۔ جدہ۔ مراکش۔ الجزائر۔ طرابلس۔ الیرموک۔ عمان۔ الریاض۔ مذکورہ یونیورسٹیوں میں محاضرات کے موضوع زبان و ادب کے علاوہ تنقید و لسانیات بھی ہوتے تھے،

ڈاکٹر شکری فیصل اپنے علمی اور تنقیدی و تصنیفی کام و ذوق کی بنا پر عالم عربی کی بیشتر مجامع (اکادمی) کے رکن تھے قابل ذکر مجامع یہ ہیں :-

- دمشق عربی اکیڈمی۔ رکن و سکریٹری اور مجلہ۔ کے نگراں۔
- اردن عربی اکیڈمی۔
- شاہی اکیڈمی عمان۔

- عراقی علمی اکیڈمی بغداد
- تونس کے قومی ادارہ برائے ریسرچ و تحقیق و ترجمہ
- عرب مصنفین کی مجلس اعلیٰ کے رکن اور تنقید و مطالعہ کمیٹی کے نگراں، مجلہ "المعرفہ" کے مشرف۔
- کویت کی مجلس فنون و ثقافت کے رکن
- عرب ادباء کی اکثر کانفرنسوں اور مجلسوں کے رکن اور شریک کار رہے۔
- دمشق، ۱۹۵۶ء۔ الجزائر، ۱۹۷۳ء۔ طرابلس، ۱۹۷۶ء۔ طنجہ، ۱۹۸۱ء۔
- عرب تہذیب و تمدن کی عالمی کانفرنس منعقدہ تونس، ۱۹۸۲ء۔
- ماکروہیل ڈکشنری کے عربی ترجمہ کمیٹی کے رکن تھے، نیز اکثر عرب یونیورسٹیوں کی مجالس تعلیمی کے رکن، ممتحن، اکسپرٹ اور ترقی و پروموشن کمیٹیوں کے ممبر بھی تھے، شاہ فیصل عالمی ایوارڈ ادارہ کے بھی رکن رہے تھے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو کانفرنسوں، سمینار اور علمی مجالس میں شرکت کے لئے دعوت ضرور دی جاتی تھی ان میں بہت ہی پابندی سے شرکت کرتے تھے اور مقالہ بھی پڑھتے تھے چنانچہ امیر الشعراء شوقی سے متعلق کانفرنس میں "شوقی کی نثر" پر مقالہ پڑھا، پیرس کی مستشرقین کانفرنس میں شریک رہے، اور مقالہ پڑھا، برلن کی مستشرقین کانفرنس ۱۹۸۰ء میں ابن عساکرؒ سے متعلق مقالہ پڑھا، الجزائر کے "ملتقیات فکریہ" میں ہمیشہ شریک ہوتے اور عموماً مقالے پیش کئے، امیر خسرو کانفرنس دہلی میں شریک ہوئے اور دہلی و ہندوستان کے ممتاز علماء و ادباء سے مل کر خوش و متاثر ہوئے اکثر و بیشتر تذکرہ کرتے، ہندوستان کی علمی و دینی خدمات کو بڑی قدر و استحسان کی نظر سے دیکھتے تھے، ہندوستانی علماء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی صاحب ندوی مدظلہ العالی سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، اور بہت بلند الفاظ میں تذکرہ کرتے تھے، انہوں نے بارہا مولانا مدظلہ کی شہرۂ آفاق کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا، اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب میری نظر سے نہیں گذری، یہ کتاب جب ڈاکٹر احمد امین کو قاہرہ طباعت کے لیے بھیجی گئی تو ڈاکٹر شکری فیصل قاہرہ میں موجود تھے اور اپنے دکتوراہ کا رسالہ ڈاکٹر احمد امین کی سرپرستی میں تیار کر رہے تھے، ڈاکٹر صاحب نے حضرت مولانا مدظلہ کی خواہش پر مقدمہ لکھا جو کتاب کے شایان شان نہیں تھا بلکہ کتاب کا تذکرہ کچھ ایسے الفاظ میں کیا کہ جس سے کتاب کی اہمیت متاثر ہوتی تھی ڈاکٹر شکری فیصل نے کتاب پڑھی اور مقدمہ دیکھا تو مقدمہ خلاف واقع اور حقیقت پسندی سے بعید تھا،

ان کی ادبی جرأت اور حق گوئی نے اپنے سرپرست استاذ ڈاکٹر احمد امین کی تردید میں مقالہ لکھنے پر مجبور کیا، مقالہ مصر کے مشہور مجلہ "الثقافۃ" میں شائع ہوا، "ماذا خسر......" اور اس کے عظیم المرتبت مصنف کے اس گرانقدر کارنامہ کا پرزور اور عالمانہ الفاظ میں تعارف اور تحسین کی،

حضرت مولانا مدظلہ سے دمشق، مدینہ منورہ اور دوسرے عرب و اسلامی ممالک میں ان کی آمد پر ضرور ملاقات کرتے، اور محاضرات و تقریروں میں شریک ہوتے، ابھی چند ماہ قبل مولانا مدظلہ کے مدینہ منورہ کے سفر کی خبر سنی تو مجھ سے کہا کہ میں ملاقات کے لیے تمہارے ساتھ ہی "بستان نور دلی چلوں گا" چنانچہ کئی بار حاضر ہوئے، اور مولانا مدظلہ العالی کے محاضرات جامعہ اسلامیہ و نادی المدینۃ الادبی میں شرکت کی، نادی المدینۃ کی تقریر علامہ اقبال سے متعلق تھی، اس سے بہت متاثر اور محظوظ ہوئے،

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب (شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) سے بھی بڑا تعلق رکھتے تھے، ان سے شام واردن اور مدینہ طیبہ میں بارہا ملاقاتیں ہوئیں، مراسلت بھی تھی، گذشتہ شعبان میں ڈاکٹر صاحب عمان سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ آئے، ان کے ہمراہ بیگم صاحبہ بھی تھیں ڈاکٹر شکری فیصل ملاقات کے وقت بڑے کرام و تواضع سے پیش آئے، بڑی دلچسپ و پرلطف گفتگو کرتے رہے، اور بہت خوشی و مسرت کا اظہار کیا

ڈاکٹر شکری مرحوم دمشق یونیورسٹی سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد دمشق ہی میں مجمع اللغۃ العربیۃ کی خدمت اور اپنے بعض نامکمل علمی و تحقیقی کام یکسو ہو کر کرنا چاہتے تھے اور اب کوئی ملازمت یا طویل سفر کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، مگر......

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ملک شام امن و عافیت، سلامتی و شادمانی، خوشحالی و آسودگی، فراخدلی و مہمان نوازی، انس و محبت کا دلیش، خوش اخلاقی و پریم کی نگری، جنت نشاں، نمونۂ فردوس، گل گلزار، شیریں اور لذیذ پھلوں کا مخزن، میٹھے اور شفاف پانی کے چشموں اور سات سات نہروں سے مالا مال "دمّر، ربوہ اور قاسیون" پہاڑ نیز فطری مناظر، شادابی و سرسبزی و ہریالی سے بھرپور، نہر بردی و عین الفیجہ کے شیریں پانی گویا کوثر و تسنیم نے ان میں اپنا لعاب دہن ٹپکا دیا ہو، رعنائی و دلربائی و لاآویزی و دلفریبی اس کے چپہ چپہ سے عیاں، علماء کا مرکز، عباد، زہاد، صلحاء اور اولیاء کا گہوارہ، جو کہیں نہیں وہ سب کچھ شام میں آسان و میسر، مگر...... دیکھتے دیکھتے شمال و مغرب کی پہاڑیوں سے چند ناعاقبت اندیش، ضمیر فروش، ملک و دشمن، علم سے کورے دین سے بیزار فوج و ملک پر قابض ہو گئے، اور گہوارۂ دین و علم و انس و محبت کو ویرانے اور خرابے میں تبدیل کر دیا، شام کی ان پہاڑیوں پر بسنے والے شیعوں کے ایک باطنی فرقہ "نصیری علوی" سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے ان پہاڑیوں سے نیچے اترنے کی کبھی جرأت نہ کی، اپنے مسلک کو چھپائے، مسلمانوں اور اہل حق کی دشمنی، نفرت اور کدورت سے جلتے رہتے تھے، لیکن — اہل حق کی کمزوری تفرقہ و اختلاف، اور اغیار کی پشت پناہی حوصلہ افزائی اور تعاون سے چھوٹی سی باطنی قلیت بڑی اکثریت پر حکمراں بن گئی اور آندھی و طوفان کی طرح ملک میں قتل و غارت گری، بد دینی و فحاشی پھیلا دی، شام کے سب سے مضبوط، طاقتور، خوددار و غیور اور آہنی شہر "حماہ" کو شہر خموشاں میں تبدیل کر دیا، اور اب طرابلس الشام کو مسمار و برباد کر رہے ہیں۔

ملک کا چین و سکون غارت ہو گیا

دیندار، پرہیزگار، خوددار، علماء ادباء یا تو سیف و سنان کی نذر ہو گئے، یا اپنا دین و آبرو بچا کر دوسرے ملکوں میں پناہ لی، انہیں لوگوں میں ایک ہمارے ڈاکٹر شکری فیصل بھی تھے، جنہیں مجبوراً رخت سفر باندھنا پڑا، خوش قسمتی سے انہیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں استاذ کی جگہ حاصل ہو گئی، یہاں شعبہ ادب و تنقید کے صدر بھی تھے، پانچ برس کی تدریسی مدت انجام دینے کے بعد حکم الٰہی آپہونچا اور جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئے، خدا تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

پروفیسر شکری فیصل جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ایک خاص امتیازی ذہن و فکر کے مالک تھے، جو ان کے تصنیفی و تحقیقی کاموں میں نمایاں ہے، وہ اپنے ہم عصر ادیبوں میں دو باتوں میں امتیاز رکھتے تھے:-

۱ "دراسات ادبیۃ" میں "نصوص" کو اصل شمار کرتے تھے، انہوں نے روایتی تحقیق و مطالعہ سے ہٹ کر نصوص اور اس کے "تجزیہ" اس کے "فہم و تذوق" میں گہرائی اور اس سے "استنتاج" کے طریقہ کو اپنایا، اس طریقہ کو واضح طور پر ان کی کتاب "تطور الغزل بین الجاہلیۃ والاسلام من امرئ القیس الی عمر بن ربیعۃ" اور اس کے مقدمہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۲ "دراسات ادبیۃ" کو علمی بنیاد پر قائم کرنے کی دعوت، نیز ادب اپنے نمو و ترقی میں سماجی اثرات، اپنے دور کے تاریخی واقعات اپنی زندگی کے نفسیاتی تسلیم شدہ ذرائع سے استفادہ کرے۔

یہ فکر ان کے رسالہ "المجتمعات الاسلامیۃ" میں نمایاں ہے، یہ اپنی نوع کی پہلی کوشش تھی، اس کے بعد دوسری کاوشیں سامنے آئیں، مثال کے طور پر ڈاکٹر احمد کمال زکی کی کتاب "دراسۃ مجتمع البصرۃ" وغیرہ۔

ڈاکٹر شکری فیصل نے مختلف رسائل و مجلات میں مضامین کے علاوہ بہت سی علمی و تحقیقی کتابیں بھی لکھیں، ان صفحات میں ان کا مکمل جائزہ پیش کرنا ممکن نہیں ہے لیکن ذکر کر دینا مناسب و مفید ہوگا:-

۱ "مناہج الدراسۃ الادبیۃ، عرض ونقد و اقتراح" یہ کتاب ایم۔اے کا رسالہ ہے جسے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے فواد اول یونیورسٹی قاہرہ میں پیش کیا تھا، اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے مختلف مناہج ادب کی تاریخی تحقیق و مطالعہ کے بعد ایک مکمل منہج پیش کیا گیا ہے، ڈاکٹر صاحب نے اقلیمی ادب پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسے ادب عربی کے ساتھ قطعی طور پر جوڑا نہیں جا سکتا، اسی نقطہ پر اپنے نگراں پروفیسر خولی سے اختلاف ہوا، وہ اقلیمی ادب کے شدت سے قائل اور یہ اسی شدت سے اس کے مخالف تھے۔

کتاب پہلی بار "مکتبۃ الخانجی" قاہرہ سے شائع ہوئی، اس کے بعد قاہرہ، دمشق اور بیروت میں متعدد بار چھپی،

۲ "الفتح العربی فی القرن الاول" پی۔ایچ۔ڈی کے رسالہ کے سلسلہ میں فتوحات کا مطالعہ اور جائزہ لینا ضروری تھا، مطالعہ و تحقیق کے دوران بطور تمہید کے جو معلومات جمع ہوئیں اس کو الگ کتاب کی شکل میں مرتب کیا اور قاہرہ "مکتبۃ الخانجی" بیروت "دار العلم للملایین" سے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔

۳ "المجتمعات الاسلامیۃ فی القرن الاول، نشأتہا، مقوماتہا، تطورہا اللغوی والادبی" کتاب اصلاً پی۔ایچ۔ڈی کا رسالہ ہے جس سے فواد اول یونیورسٹی قاہرہ سے فرسٹ ڈویژن ڈگری حاصل کی، بحث بالکل نئے انداز سے لکھی گئی ہے، اس سے قبل معروضی طور پر کسی نے اس موضوع پر نہیں لکھا، اس کتاب کے بعد اس طرز کے کچھ کام ہوئے، کتاب نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ قاہرہ، دمشق اور بیروت سے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، یہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ابتدائی کتابوں میں ہے، ادب و لغت سے متعلق اس وقت تک بعض مصادر منصہ شہود پر نہ آئے تھے، ڈاکٹر صاحب مرحوم اس پر نظر ثانی کرنا چاہتے تھے تاکہ اس کے بعض تشنہ مضامین کی تکمیل کر لیں مگر کثرت کار نے موقع نہ دیا، بعض ان خامیوں کو بھی درست کرنا چاہتے تھے جن کی جانب ڈاکٹر بنت الشاطی نے اپنی کتاب "قیم جدیدۃ فی الادب العربی" میں توجہ دلائی تھی۔

۴ "تطور الغزل بین الجاہلیۃ والاسلام من امرئ القیس الی عمر بن ربیعۃ" غزل گوئی پر سیر حاصل بحث، قیمتی تبصرے اور شعراء کا تاریخی و علمی جائزہ، کتاب دمشق یونیورسٹی نے شائع کی، اس کے بعد "دار العلم للملایین" بیروت نے متعدد ایڈیشن شائع کئے۔

۵ "الصحافۃ الادبیۃ، منہج جدید للدراسۃ الادبیۃ" یہ کتاب ان خطبات کا مجموعہ ہے جو ڈاکٹر صاحب مرحوم نے "معہد الدراسات العربیۃ العالیۃ" قاہرہ میں دیئے تھے، اور معہد ہی نے انہیں کتاب کی شکل میں شائع کیا۔

۶ "نثر شوقی" اصلاً یہ مقالہ ہے جو جشن شوقی قاہرہ کے موقعہ پر پڑھا گیا تھا، بعد میں کتاب کی شکل میں دمشق سے شائع ہوا۔

۷ "الشاعر القروی، حیاتہ وشعرہ" شاعر قروی نے اپنے سیاسی، سماجی اور انقلابی افکار کے ذریعہ بڑی شہرت حاصل کی، پرگوئی اور پختگی اس کا خاص امتیاز ہے، ایک زمانہ میں شام ولبنان کے قومی شاعر کے طور پر مقبول ہوا۔ کتاب وزارت ثقافت حکومت شام نے شائع کی۔

۸ "فی تراث الدکتور طٰہ حسین"، ڈاکٹر شکری فیصل مرحوم ڈاکٹر طٰہ حسین کے شاگرد اور ان سے بہت متاثر تھے، طٰہ حسین کی تحریر اور اسلوب کی جھلک ان کی تحریروں اور نگارشات میں نظر آتی ہے اسی تاثر اور سپاس میں ڈاکٹر طٰہ حسین کے بکھرے اور پریشان اوراق کو جمع کر کے شائع کیا۔

۱۔ فی الادب العربی، ڈاکٹر طٰہ حسین کے ادب عربی سے متعلق بکھرے ہوئے مقالات اور قاہرہ یونیورسٹی میں عصر اموی و عباسی سے متعلق محاضرات کو اپنے مقدمہ کے ساتھ تین جلدوں میں مرتب کیا، اور دار العلم نے بیروت سے شائع کیا۔

۲۔ تجدید و تقلید:- ان مقالات و محاضرات کا مجموعہ جو مفقود تھا، ڈاکٹر صاحب نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد از سر نو مرتب کیا، قیمتی مقدمہ لکھا، اور دار العلم بیروت سے شائع کیا۔

۳۔ کتب و مؤلفون:- مختلف کتابوں کے مقدمے اور شخصیات پر تبصرے الگ کر کے تعارف و تقریظ کے ساتھ شائع کئے،

ڈاکٹر شکری فیصل نے مندرجہ بالا کتابیں تصنیف و ترتیب دینے کے علاوہ گرانقدر تحقیقی کام بھی کئے، جس کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:-

۹ "خریدۃ القصر وجریدۃ العصر، قسم شعراء الشام" - چار جلدوں میں دمشق عربی اکیڈمی سے شائع کیا۔

۱۰ "دیوان النابغۃ الذبیانی، صنعۃ ابن السکیت" دار الفکر بیروت و دمشق سے کئی بار شائع ہوا،

۱۱ "ابو العتاہیۃ، اخبارہ واشعارہ":- مختلف قدیم و جدید مصادر سے ابو العتاہیۃ کے

بقیہ ص ۱۶

ترقی پسندی اور ظلمت پسندی

جناب عشرت علی صدیقی (اڈیٹر قومی آواز)

بمبئی میں کچھ لوگوں نے انجمن ترقی پسند مسلمین کے نام سے ایک تنظیم قائم کر لی ہے جس کا مقصد مسلمانوں میں سیکولرزم کا پرچار کرنا ہندو فرقہ پرستی سے لڑنا اور سیکولر خیال کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا بتایا گیا ہے۔ یہ مقصد بلا شبہہ ترقی پسندانہ ہے، لیکن اس انجمن کے سکریٹری مسٹر حسین دلوائی نے اس مقصد کی جو وضاحت کی ہے اور اس کے زیر اہتمام ۱۵ فروری کو بمبئی میں ہونے والی کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر جو بیان دیا ہے اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ مذہب پسندی کو ترقی پسندی اور سیکولرزم کی ضد سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے۔ مذہب کو ماننے والے اور اس کے احکام کی پابندی کرنے والے بھی ترقی پسند ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ دوسری طرف جو لوگ مذہب کو نہیں مانتے یا اپنی ذاتی اور سماجی زندگی میں مذہبی اصولوں کی پابندی نہیں کرتے ان کا ترقی پسند ہونا ضروری نہیں ہے، دراصل ان میں بہت سے لوگ اپنے سیاسی، سماجی اور معاشی نظریوں کے اعتبار سے رجعت پسند ہوتے ہیں وہ سماجی انصاف کے تقاضوں کی جس طرح مخالفت کرتے ہیں اس پر ظلمت پسندی کی اصطلاح کا اطلاق کیا جا سکتا ہے، مسٹر حسین دلوائی نے یہ اصطلاح مذہب پسندوں کے لئے استعمال کی ہے۔ ان کی تنظیم بہ ظاہر "مسلم ستیہ شودھک منڈل" کا ایک کل ہند روپ ہے، یہ منڈل مہاراشٹر میں ان کے بھائی مسٹر حمید دلوائی نے قائم کیا اور ان کی ترقی پسندی کا نقطۂ عروج ان کی یہ وصیت تھی کہ ان کے جسد خاکی کو دفن کرنے کے بجائے نذر آتش کر دیا جائے ایسی ترقی پسندی کو دلوائی برادران سے اختلاف رکھنے والے ظلمت پسندی سمجھتے ہیں۔

مسٹر حسین دلوائی نے شاہ بانو والے مقدمے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کی تائید اور مخالفت کو ترقی پسندی اور ظلمت پسندی کی کسوٹی قرار دیا ہے۔ فیصلے پر نکتہ چینی کرنے والا مذہبی طبقہ ان کے خیال میں ظلمت پسند ہے لیکن مسلمانوں کے علاوہ بعض غیر مسلم دانشور بھی اس فیصلے کو مسلم قرآن اور قانون شریعت کی غلط تاویل پر مبنی خیال کرتے ہیں۔ اور فیصلے کی بعض باتوں کو سیکولرزم کے منافی سمجھتے ہیں۔ فیصلے کی تائید کرنے والے بعض دوسرے لوگوں کی طرح مسٹر دلوائی نے بھی طلاق پا جانے والی اور طلاق لے لینے والی عورتوں کے متعلق شریعت میں شامل باتوں سے ناواقفیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور غلط طور پر یہ فرض کر لیا ہے کہ شریعت نے ایسی عورتوں کو بے سہارا چھوڑ دیا ہے، حقیقت اس کی بالکل الٹی ہے شریعت میں جیسا کہ اس سے واقفیت رکھنے والے علماء نے بار بار بتایا ہے ایسی عورتوں کے لیے معقول انتظام موجود ہے اور اگر کچھ مرد ان عورتوں کو ان کا حق نہیں دیتے تو ایسے مردوں کے غلط رویے کو قانون شریعت کی خامی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں بمبئی کے عوامی مظاہرے کی بابت مسٹر دلوائی نے کہا ہے کہ بہتیرے مظاہرین کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کس بات پر احتجاج کر رہے ہیں۔ لیکن مسلم پرسنل لا بورڈ کے جو ممبر اس مسئلے پر غور او روزیر اعظم نیز حکومت کے دوسرے ذمہ داروں سے گفتگو کرتے رہے ہیں وہ سپریم کورٹ کے فیصلے اور اس میں شامل سفارشات کے مضمرات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اور ان کی ذمہ دارانہ حیثیت کی بنا پر وزیر اعظم نے ان کی باتوں کو توجہ سے سنا اور انہیں مناسب اقدام کا یقین دلایا ہے جو مسئلہ حل کے قریب پہنچ رہا ہے اسے الجھانے کی کوشش سے مسٹر دلوائی اور ان کے ہم خیال سیکولرازم کو تقویت کے بجائے نقصان پہنچا رہے ہیں۔

مسٹر حسین دلوائی نے بنیاد پرستی کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے۔ یہ اصطلاح ایران کے انقلاب کے بعد بین اقوامی پیمانے پر استعمال ہوتی رہی ہے اور دوسرے ملکوں میں بھی مذہب کے بنیادی اصولوں پر زور دینے والوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے لیکن اگر کسی مذہب کے بنیادی اصولوں کا پرچار کیا جائے اور اس مذہب کے ماننے والے کو ان اصولوں پر چلنے کی تلقین کی جائے تو جب تک اس پرچار اور تلقین میں کسی دوسرے مذہب، فرقے یا ملک کے ساتھ عداوت یا مخاصمت شامل نہ ہو اس وقت تک ایسی بنیاد پرستی میں کوئی برائی نہیں ہے اور اگر بنیاد پرستی کا مطلب مذہب پسندی ہے تو یہ ایک اچھی چیز ہے اس میں سیکولرزم کے ساتھ کوئی ٹکراؤ نہیں ہے

بقیہ ص ۱۲

محمد بن خلیل عرب مرحوم

روزنامہ جنگ کراچی (۲۰ جنوری) سے یہ افسوسناک اطلاع ملی کہ عربی کے ممتاز عالم و محقق اور دانشور محمد بن خلیل عرب کا ۱۷ جنوری کو انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے استاذ علامہ خلیل عرب کے صاحبزادے تھے اور یمن کے مشہور محدث و عالم دین شیخ حسین بن محسن انصاری کے خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا خاندان نواب صدیق حسن مرحوم کے زمانہ میں بھوپال آ گیا تھا۔ علامہ خلیل عرب لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی میں استاذ تھے اور اپنے عربی، اخلاق، اخلاص اور صاف گوئی، سیر چشمی اور سخاوت میں مشہور تھے۔ اصلاً عرب تھے ہی اپنے شاگردوں میں بھی صحیح عربی ذوق پیدا کر دیتے تھے۔ لکھنؤ کے زمانۂ قیام میں گوئن روڈ پر ڈاکٹر سید عبد العلی سابق ناظم ندوہ کے گھر کے پاس ہی کرایہ کا مکان لے کر رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم سے بڑے قریبی تعلقات تھے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے عربی زبان و ادب کی تعلیم انھیں سے ان کے گھر پر حاصل کی۔ ان کے حالات و کمالات سے متعلق مولانا نے ایک مضمون بھی لکھا جو "پرانے چراغ" میں شامل ہے۔ علامہ خلیل عرب کے لکھنؤ کے زمانۂ قیام میں ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور عربی زبان و ادب میں ممتاز مقام حاصل کیا تقسیم ہند کے بعد یہ خاندان پاکستان چلا گیا۔ اور شیخ محمد عرب مرحوم ۲۲ سال تک ریڈیو پاکستان کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دیتے رہے۔ انھیں سعودی عرب کے علمی و ادبی حلقوں میں بھی نمایاں مقام حاصل تھا۔ سعودی عرب کے اہل علم و قلم نے بھی ان کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔ پچھلے کچھ دنوں سے سعودی عرب میں مقیم تھے۔ جگر کے مریض تھے اسی کے علاج کے لیے پاکستان آئے تھے کہ اللہ نے دنیا کے سارے دکھوں سے نجات دے کر اپنے پاس بلا لیا، مولانا عبد الرحمان سلفی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں ممتاز علمی و ادبی شخصیتوں، شاگردوں، اور عقیدت مندوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی انھیں سخی حسن قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا ناظرین سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ادارہ تعمیر حیات مرحوم کے پسماندگان خصوصاً ہمشیرہ عطیہ خلیل عرب کی تعزیت کرتا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

اشک ہائے غم جاں گداز

(پیدائش لکھنؤ ۱۹۲۷ء وفات کراچی ۱۷ جنوری ۱۹۸۶ء) اپنے بھائی جان محمد بن خلیل عرب کی یاد میں دلفگار بہن عطیہ بنت خلیل عرب الریاض السعودیہ (سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ کراچی)

شاعر و اہل قلم اہل نظر رخصت ہوا
وہ سراپا علم و فن اہل ہنر رخصت ہوا

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیتا رہا
پیکر عزم و عزیمت، دیدہ ور رخصت ہوا

اس کی راہیں سیمِ بیم اس کی منزل اعتبار
اعتبار زیست اٹھا معتبر رخصت ہوا

نرمیٔ گفتار میں، رفتار میں موج نسیم
گرمیٔ فکر و عمل سے بہرہ ور رخصت ہوا

رونق بزم ادب اہل نظر کے درمیاں
چھوڑ کر تاریخ کے شام و سحر رخصت ہوا

وہ محمد بن خلیل ابن محمد بن حسینؒ
خاندان علم کا وہ نامور رخصت ہوا

ماں کی منت اور مرادیں خاک میں ملوں گئیں
لٹ گیا گھر، گھر سے جب نور نظر رخصت ہوا

اپنے گھر والوں کے سر پر تھا جو اک سایہ گیا
چاہنے والوں کا منظورِ نظر رخصت ہوا

الاماں! اے اشک پیہم المدد! تاب فراق
چھوڑ کر سب کو وہ سوئے مستقر رخصت ہوا

ناشکیبا کر گیا سب کو شکیب ابن خلیلؒ
لے کے اپنے ساتھ زخم جگر رخصت ہوا

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
جنت الفردوس ہے اب جس کا گھر رخصت ہوا

ن بھائی کی زیر طبع کتاب تاریخ مدینہ منورہ تھا۔ الشیخ حسین بن محسن الانصاری جد امجد ست بھائی جان جگر کے سرطان میں مبتلا تھے ۔۔۔ علامہ اقبال کا مصرعہ معمولی تصرف کے ساتھ۔

ایک اہم خط

اقلیتی کمیشن کے چیرمین کے نام

مسلم پرسنل لا سے متعلق اقلیتی کمیشن کے چیرمین جسٹس حمیداللہ بیگ نے مسلم رہنماؤں اور تنظیموں کے نام جو سوالنامہ جاری کیا تھا، مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے اس کا حسب ذیل جواب دیا تھا جو ملک کے متعدد اخبارات میں شائع ہوچکا ہے۔ قارئین تعمیر حیات کے فائدہ کے لیے اس کو شائع کیا جارہا ہے۔

کرمی و محترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ اور ہندوستان کا ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ محمد احمد بنام شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ کے فیصلہ اور اس فیصلہ میں مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی کھلی دعوت نے تمام مسلمانوں کو مضطرب کر رکھا ہے اور وہ تحفظ شریعت کے لئے ملک گیر مہم چلا رہے ہیں جس میں تمام مکاتب فکر کے مسلمان شانہ بشانہ شریک ہیں اسی دوران مسلم پرسنل لا اور شاہ بانو کیس سے متعلق ایک سوالنامہ اخبارات میں نظر سے گذرا جو اس مسئلہ میں دل چسپی رکھنے والوں کی رائیں معلوم کرنے کے لیے آپ کی جانب سے جاری کیا گیا ہے۔ اس سوالنامہ کی ضرورت و افادیت ہماری سمجھ میں نہیں آسکی، اگر اس سے مسلمانوں کے خیالات معلوم کرنا مقصود ہے تو وہ ان کی تحفظ شریعت کی ملک گیر تحریک سے واضح ہوچکے ہیں، مسلمان علماء نے انفرادی طور پر اور ان کی جماعتوں اور تنظیموں نے بھی اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلمانوں کا متفقہ نقطۂ نظر عوام اور حکومت کے ذمہ داروں پر واضح کرچکا ہے۔ بورڈ کی طرف سے وزیر اعظم کو میمورنڈم پیش کیا جاچکا ہے وزیر اعظم سے ہماری دو ملاقاتوں میں براہ راست گفتگو ہوچکی ہے اور وہ مسلمانوں کے نزدیک اس مسئلہ کی اہمیت اور ان کے نقطۂ نظر سے ناواقف نہیں۔ اور اگر آپ کو اس مسئلہ میں واقعتاً مسلمانوں کی رائے معلوم کرنی تھی تو عقل و انصاف کا تقاضا تھا کہ موضوع سے دل چسپی رکھنے والوں کے بجائے مسلم پرسنل بورڈ سے رجوع کرتے جو تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کا متحدہ و متفق علیہ نمائندہ ہے۔

لیکن اگر اس کا مقصد سپریم کورٹ کا مندرجہ بالا فیصلہ اور اکثریت کے فرقہ پرست حلقہ کی تائید و حمایت میں کچھ ناواقف یا بھٹکے ہوئے مسلمانوں کے افکار و خیالات اکٹھا کرنا ہیں، جیسا کہ آپ کے سوالات کی ترتیب و انداز سے شبہ ہوتا ہے تو یہ نہ تو ملک کے لئے مفید ہوگا، نہ اقلیتی کمیشن کے لئے اور نہ اقلیتوں کے لئے، بلکہ یہ ملک میں موجود اضطراب و انتشار میں اضافہ ہی کا سبب بنے گا، اور ہمارے خیال میں ملک کے حالات اس قابل نہیں کہ انتشار و اضطراب کو ہوا دی جائے، اس وقت دین میں مداخلت کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح و مشتعل ہیں ــــ انھیں قابو میں رکھنے اور ٹھنڈا کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آرہی ہیں، خدانخواستہ ان دین میں مداخلت کی وجہ سے جذبات اگر بے قابو ہوگئے تو ایسے حالات بھی رونما ہوسکتے ہیں جو شاید آپ کو بھی ناگوار ہوں اور حکومت کے لئے بھی پیچیدگیاں پیدا کر دیں، ہم توقع رکھتے ہیں کہ اقلیتی کمیشن جلتے میں تیل ڈالنے کا کام نہیں کرے گا۔

آپ خود ایک ماہر قانون ہیں طویل عدالتی تجربہ رکھتے ہیں آپ کے ذہن سے یہ بات اوجھل نہ ہونی چاہئے کہ مسلم پرسنل لا کا مسئلہ دل چسپی رکھنے والوں کے ذوق و مزاج کا مسئلہ اور قانون الٰہی میں ترمیم و تغیر کا حق کسی کو حاصل نہیں، احکام شریعت کی تعبیر و تشریح ماہرین شریعت و علوم اسلامی ہی کی معتبر ہوگی اسی کے ساتھ مناسب ہوگا کہ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے لیکن دین میں مداخلت کی جرأت کرنے یا اس کی تائید و حمایت میں مہم چلانے کو نہیں برداشت کرسکتا، جارج محمد کیتھا حیدرآباد کے مسلمانوں نے جو برتاؤ کیا اس سے عام مسلمانوں کے رجحانات و احساسات کا اندازہ لگا سکتے ہیں ہم اس کو ہرگز پسند نہیں کرتے ہیں لیکن مشتعل جذبات پر قابو پانا ہر وقت ممکن نہیں ہوتا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تمام جماعتوں تنظیموں اور مکاتب فکر کے نمائندے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میں شامل ہیں۔ تمام مسلمانوں نے اس پر اعتماد کیا ہے اور بورڈ تحفظ شریعت کی تحریک چلا رہا ہے، ہماری مخلصانہ خواہش ہے کہ آپ اس تحریک کا ساتھ نہ دے سکیں تو کم از کم تحفظ شریعت کی راہ میں رکاوٹ تو نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو نیک توفیق دے اور عاقبت بخیر فرمائے

منجانب ابوالحسن علی ندوی، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

دینی تعلیمی کونسل کی چھٹی صوبائی کانفرنس، گورکھپور کی ضرورت اور اہمیت

ــ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

مکرمی:- دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کی چھٹی صوبائی کانفرنس ۱۲، ۱۳ اپریل ۱۹۸۶ء کو گورکھپور میں منعقد ہورہی ہے۔ یہ کانفرنس موقع اور ضرورت کے لحاظ سے بہت اہم ہے کیوں کہ اس وقت ملت کے سامنے اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت اور ان کی زبان کے تحفظ کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس وقت سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ آنے والی نسلیں زبان اور دین دونوں سے بالکل محروم ہوجائیں گی۔ حکومت کا تعلیمی منصوبہ ایک تاریک اور پُر انقلاب مستقبل کی نشان دہی کرتا ہے۔ ہزاروں اسلامی مکاتب کی گرانٹ بلا سبب بند کردی گئی ہے، لاکھوں سرکاری اسکولوں سے اردو غائب ہے۔ دیہات کی لڑکیوں کی پوری نسل اپنی مادری زبان سے محروم کر دی گئی ہے۔ زبان سے محرومی کا نتیجہ دین اور اسلامی روایات سے محرومی ہے، اردو کے لیے سرکاری نصاب میں کوئی گھنٹہ نہیں دیا گیا ہے۔ جونیر ہائی اسکول کی سطح پر اردو میڈیم سرکاری اسکول کھلنے کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ ثانوی سطح پر بھی تعلیم کا ایسا نقشہ مرتب کیا گیا ہے کہ کوئی طالب علم اردو لے ہی نہیں پائے گا، فارسی و عربی کا جنازہ نکل چکا ہے، اب بچہ ہندی مع سنسکرت کے پڑھے گا۔ سہ لسانی فارمولا صرف کاغذ پر ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ دین کا درد رکھنے والے مسلمان پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ گورکھپور کانفرنس میں شریک ہوں اور مسلم بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کا ایک مضبوط اور مربوط نقشہ مرتب کریں اور ان صبر آزما حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک مستحکم منصوبہ تیار کریں۔

ازراہ کرم آپ اپنی و نیز دیگر حضرات کی کانفرنس میں شرکت کی اطلاع ۱۵ فروری تک کونسل کے مرکزی دفتر بھیجدیں تاکہ انتظامات میں سہولت ہو۔

خطرناک کھیل

ملک میں برادران وطن کے ایک مخصوص طبقہ کا مذہبی جنون حدود سے تجاوز کرچکا ہے، اس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ ملک کو تین ہزار سال پہلے کے دور میں لے کر ہی دم لے گا، وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ جو جی چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے، بدقسمتی سے وہ جنون تمام سرکاری دفاتر اور شعبوں کے اندر آچکا ہے، اسے قانون اور دستور کسی چیز کا پاس اور لحاظ نہیں ہے۔

اس کی خام خیالی اس حد تک بڑھ چکی ہے اور اس پر اقتدار کا نشہ اتنا طاری ہوچکا ہے کہ وہ نتائج کا اندازہ کئے بغیر سب کچھ کرنے پر آمادہ ہے۔ ملک کا سنجیدہ طبقہ خاموش ہے اور وہ محض تماشائی ہے، وہ تو خطرہ کا احساس نہیں رکھتا یا پھر وہ اپنی احتیاط میں چشم پوشی سے کام لے رہا ہے۔

اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ یہ کھیل بے حد خطرناک اور پورے ملک کے لئے انتہائی خوفناک ہے، کسی جمہوری ملک میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ جس کا جی چاہے جس عبادت گاہ پر قبضہ کر لے نہ اس کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ جہاں سے چاہے جلوس نکال لے، جس پر جی چاہے چڑھائی کر دے، جس کو جی چاہے قتل کر دے، یا اس کو لوٹ لے۔

اگر جنگل کا قانون چلا تو پھر سب کو چھوٹ ہوگی، پھر ملک کی نہ صرف ترقی رک جائے گی، بلکہ امن و امان غارت ہوجائے گا، تہذیبی روایات کا جنازہ نکل جائیگا اور پورا ملک جہنم میں تبدیل ہوجائے گا۔

کیا حکومت اپنا فرض انجام دے گی۔؟

احقر ــــ ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی
سکریٹری

دینی تعلیمی کونسل، ۹۹ گوئن روڈ لکھنؤ۔

جسم کے ساتھ روح کو بھی غذا پہونچانے کی فکر کیجیے

"تعمیر حیات" کی مدت حیات تیئس ۲۳ سال ہے، یہ پندرہ روزہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے دینی اور دعوتی صحافت کے اس خلا کو پُر کرنے کے لیے جاری کیا جو مخصوص شکل میں موجود تھا۔ تعمیر حیات نے معیاری صحافت، معیاری کتابت و طباعت کا ایک اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔ اس نے اصول و اخلاق کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، اس کی قیمت اصل لاگت سے کم رکھی گئی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوسکیں لیکن افسوس ہے کہ اس وسیع ملک میں جہاں کروڑوں کی تعداد میں اردو داں حضرات ہیں اور جہاں لاکھوں کی تعداد میں دیندار اور اصلاح پسند افراد بستے ہیں اسے ہنوز دس ہزار خریدار تک مہیا نہیں ہوسکے۔ بائیس ۲۲ سال کی طویل مدت سے یہ مسلسل خسارے سے دوچار ہے۔ اس خسارے کو دارالعلوم ندوۃ العلماء برداشت کرتا ہے، جسے خود سیکڑوں طلباء کی تعلیم، رہائش، خورد و نوش اور اساتذہ اور کارکنوں کی تنخواہوں کا بوجھ اس گرانی کے زمانہ میں برداشت کرنا پڑتا ہے "تعمیر حیات" کے قارئین اگر تعمیر حیات کو خرید کر پڑھیں، اپنے حلقۂ احباب اور دائرۂ اثر میں اس کی اشاعت کریں، سالانہ خریدار مہیا کریں، تاجر اشتہارات کی فراہمی کے ذریعہ اس کی اعانت کریں، مخیر حضرات اگر اس مد میں اپنی اعانتی رقوم ارسال کریں اور پورے ملک میں ایک مہم کی شکل میں اس کے لیے دس پندرہ ہزار خریدار مہیا کریں تو یہ دین اور علم کی کتنی بڑی خدمت ہوگی، بالیقین ہر شخص اپنے مقام پر اگر اس خدمت کی اہمیت محسوس کرے تو ہمارا بوجھ بہت ہلکا ہوجائے گا اور ہم بہتر معیار پر اور وقت کی پابندی کے ساتھ پرچہ شائع کرسکیں گے۔

ہم قارئین تعمیر حیات سے **اپیل** کرتے ہیں کہ ہر وہ ممکن کوشش و جدوجہد کریں۔ اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کی دینی اور ایمانی زندگی کے لیے ضروری اقدام اسی وقت کریں۔ دینی پرچوں کی اشاعت، ان کے پڑھنے اور پڑھوانے کا ذوق، ان کی بقا اور ترقی کے لیے اسباب و مالی اعانت کی فراہمی کی کوشش دین کی ایک اہم خدمت شمار ہوگی ــــ یہ دور علم و مطالعہ کا دور ہے، اگر ہم اپنی نئی نسل کو صحیح ذہنی غذا مہیا نہیں کریں گے تو وہ اپنے اس جذبۂ مطالعہ کی تسکین کے لیے غلط لٹریچر پڑھے گی اور اس کا یہ یک طرفہ مطالعہ دین سے، اسوۂ نبوی سے، اپنے اسلاف کے کارناموں سے اور امت کے سواد اعظم سے اس کا رشتہ کاٹ دے گا۔

خدا کرے کہ ہماری یہ اپیل صدا بصحرا نہ ثابت ہو اور ملک کے گوشہ گوشہ سے "تعمیر حیات" کے قدرداں و ہمدرد اس کو خسارے سے بچانے، اس کی اشاعت میں توسیع اور اس کے خریداروں کا حلقہ بڑھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں گے

قارئین تعمیر حیات سے :-

(۱) کاغذ، طباعت، کتابت کی گرانی کے پیش نظر ادارہ نے مجبوراً فیصلہ کیا کہ اس کی شرح میں کچھ اضافہ کر دیا جائے، امید ہے ہمارے قارئین اس معمولی اضافہ کو قبول کریں گے، اور اس دینی و علمی رسالہ کے خسارہ کو دور کرنے میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔

(۲) جن حضرات کا چندہ ختم ہوگیا ہے وہ جلد اپنی رقوم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔

(۴) جن ایجنسیوں کی طرف بقایا ہے وہ جلد از جلد اس کی ادائیگی کر دیں۔

(۵) مخیر حضرات! تعمیر حیات کی قیمت لاگت سے بہت کم رکھی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہوسکیں، اس لئے صاحب استطاعت حضرات سے پرزور گذارش ہے کہ حوصلہ مندی سے عطیات عطا فرما کر دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت اور ادارہ کی اعانت میں حصہ لیں ہر مقام پر تعمیر حیات کی ایجنسی قائم کرنے کی کوشش فرمائیں، محنتی اور دیانتدار نیوز ایجنٹوں کو اس کی طرف متوجہ کریں، اپنے شہر کی لائبریریوں، اسکولوں، کالجوں اور مدرسوں کے نام تعمیر حیات جاری کرائیں، اگر آپ کے شہر کے مدرسہ، کالج، لائبریری کے نام تعمیر حیات اعزازی جاری ہو تو سالانہ زر تعاون ارسال کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائیں۔

(۶) تاجر حضرات! اشتہارات کے ذریعہ اپنی تجارت کو فروغ اور تعمیر حیات کو مالی استحکام بخشیں

(۷) زر تعاون کی وصولیابی کے بعد شکریہ کا خط ارسال کیا جاتا ہے، جس پر نمبر خریداری کے ساتھ مدت خریداری بھی لکھ دی جاتی ہے۔ کتنا اچھا ہو اگر آپ مدت خریداری یاد رکھیں اور آپ سرخ نشان یا مطالبہ کارڈ کا انتظار کئے بغیر قبل از وقت اپنا زر تعاون ارسال فرما دیں، ادارہ کے ساتھ تعاون کا سب سے آسان مگر بہت ہی اہم ذریعہ ہے،

(۸) ادارہ کو کثرت سے خطوط ملتے رہتے ہیں جن میں اعزازی طور پر تعمیر حیات جاری کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے؟ مسلسل خسارہ کی وجہ سے بلا قیمت اعزازی پرچہ جاری کرنا دشوار ہوگیا ہے لہٰذا ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائیں

نئی شرح کا نفاذ ۱۰ مارچ ۱۹۸۶ء کے شمارہ سے ہوگا:-

اندرون ملک :- سالانہ چندہ، ۳۰ روپے۔ ششماہی ۲۰ روپے۔ فی شمارہ ۱/۵۰

بیرون ملک :- بحری ڈاک، جملہ ڈاک دس ڈالر،

فضائی ڈاک، ایشیائی ممالک پندرہ ڈالر، افریقی ممالک اٹھارہ ڈالر،

" " یورپ و امریکہ بیس ڈالر،

شرائط ایجنسی :- (۱) پانچ سے کم پرچوں پر ایجنسی نہیں دی جائے گی۔ (۲) فی کاپی تین روپے کے حساب سے زر ضمانت داخل کرنا ہوگا جو ایجنسی ختم ہونے کی صورت میں واپس کر دیا جائے گا۔ (۳) ہر ماہ بل کی ادائیگی لازم ہے، عدم ادائیگی کی صورت میں زر ضمانت سے رقم وضع کر کے ایجنسی بند کر دی جائیگی۔ (۴) کمیشن پانچ سے ۲۰ پرچوں تک ۲۰ فیصد

" " ۲۰ سے ۵۰ " ۲۵ فیصد

" " ۵۰ سے زائد پر " ۳۰ فیصد

نرخنامہ اشتہارات :- ۱ تا ۹۹ سینٹی میٹر پانچ روپے فی سینٹی میٹر کالم،

۱۰۰ اور اس سے زائد چار روپے فی سینٹی میٹر کالم،

ٹائٹل کا آخری صفحہ رنگین مکمل -/۶۰۰ روپے، نصف صفحہ -/۳۵۰ روپے، چوتھائی -/۲۰۰ روپے فی اشاعت

اندرون صفحہ مکمل -/۵۰۰ روپے، " " -/۳۰۰ روپے، " " -/۱۷۵ " "

کمیشن ۱۵ فیصد پانچ اشاعت تک، اور اس سے زائد اشاعتوں کے لئے ۲۵ فیصد

نوٹ:- چک، ڈرافٹ، سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں
Secretary.
Majlis Sahafat-wa-Nashriyat
LUCKNOW.

منیجر تعمیر حیات

انسان کی بے بسی

مولوی محمد خالد ندوی، غازیپوری

کائنات میں انسان عقل وخرد کا مظہر اور ہوش وحواس کے حسین امتزاج کا آئینہ دار ہے اس کے مکلف بنالے جانے کا راز بھی یہی ہے۔ حق تو یہ تھا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت اگر نہ بھی ہوتی تو انسان موحد ہوتا، خدا کی یکتائی اور بے ہمتائی پر کامل یقین رکھنے والا ہوتا۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی آمد وبعثت اور دعوت کے بعد تو اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی، اس لئے کہ کائنات کا عظیم الشان نظام اس کے سامنے ہے، رات ودن کی آمد کائنات کی تخلیق، اور بے شمار نشانیاں ہیں جس سے قدرت خداوندی کا مکمل ادراک ہوتا ہے، اللہ رب العزت نے نظام عالم کو انسان کے سامنے رکھ کر اپنی بڑائی وقدرت پر غور وفکر کی دعوت دی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا اور ان جانوروں کا جو اس نے ان میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر قادر ہے اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے کرتوت کی بدولت اور تم زمین میں (خدا کو) عاجز نہیں کر سکتے، اور خدا کے سوا نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار (سورہ شوریٰ آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱)

انسان بے بس ہے اور خدا کی ذات قادر مطلق، اس کا ہر نظام محکم، مکمل یگانگت کا آئینہ دار ہے۔ لیکن اس کے باوجود انسان نے تھوڑی سی وقتی طاقت وقوت کے نشہ میں اپنے حدود سے ہمیشہ تجاوز کیا ہے۔ اور مخلوق سے بڑھ کر خالق کی صف میں آنے کی ناکام کوشش کرتا رہا ہے۔ تاریخ ہمارے سامنے کچھ ایسے بھی نام پیش کرتی ہے جنھوں نے خدائی کا دعویٰ کیا اور "انا ربکم الاعلیٰ" کی صدا بلند کی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو آج بھی دلوں میں یہ جذبات پرورش پاتے ہوئے معلوم ہوں گے جس کا مظاہرہ بھی ہوتا رہتا ہے ؎

ہزار ہم سخنی ہو ہزار ہم نظری
نظام جنبش ابر وشکل ہی آتے ہیں

موجودہ دور جسے سائنس کا دور کہا جاتا ہے۔ علم وعقل کی کاوشوں نے بے شمار سربستہ رازوں کو وا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے نتیجے میں وہ عجائبات رونما ہو رہے ہیں جن کا تسلیم کرنا عام عقلوں کے لیے آج بھی مشکل ہے، مواصلات کا نظام ہو یا دوسرا شعبہ ہر جگہ سائنس کی جلوہ گری نظر آتی ہے، جو کام مہینوں میں انجام پاتا تھا وہ منٹوں اور سیکنڈوں میں مکمل ہو جاتا ہے۔ جہاں تک تصور انسانی کا پہونچنا بھی محال سمجھا جاتا تھا وہاں انسانوں کے قدم پہونچ رہے ہیں لیکن ان سب کے باوجود انسان کمزور بے بس اور انجام سے بے خبر ہے۔

امریکہ دنیا کا ایک ترقی یافتہ ملک ہے طاقت وقوت اور ٹیکنکی مہارت میں اسے ممتاز مقام حاصل ہے۔ ایک عرصہ سے خلانوردی میں مصروف ہے نہ جانے کتنے خلائی جہاز چیلنجروں کو روانہ کر چکا ہے۔ لیکن انسان انسان ہے اس کی بے بسی دیکھئے۔

کیپ کارنیوال کے خلائی راکٹ پیڈ پر انسانوں کا سیلاب امنڈ پڑا ہے ہر شخص کی نظریں اس خلائی جہاز چیلنجر پر جمی ہوئی ہیں جو چند لمحوں میں پرواز کرنے والا ہے ایک ایک پرزہ کی جانچ مکمل ہو چکی ہے امریکہ کی اہم ترین شخصیتیں اس منظر کو دیکھنے کے لئے بیتاب کھڑی ہیں، کیوں کہ امریکہ کی تاریخ میں ہمہ جہتی مقاصد کے لئے ابھی اتنا اہم اور بڑا چیلنجر روانہ نہیں کیا گیا تھا۔ بڑی بڑی امیدیں وابستہ ہیں اس جہاز کے کاک پیٹ میں سات سائنسداں خلابازوں کی ٹیم پہونچ چکی ہے اس میں دو عورتیں بھی ہیں۔ نیلے رنگ کے خلائی سوٹ میں ملبوس سب تیار بیٹھے ہیں۔ چیلنجر کی خلائی اڑان کے ڈائرکٹر نے سگنل پاتے ہی الٹی گنتی شروع کی، دس، نو، آٹھ، سات، چھ، پانچ، چار، تین، دو ایک پر اس نے بٹن دبا دیئے۔ بھیانک آواز کے ساتھ غراتا ہوا یہ خلائی جہاز فضا میں بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ ہزاروں تماشائی اپنے ملک کی انجینئری کے اس عظیم شاہکار کی اڑان دیکھنے جمع ہوئے تھے، جب تک ناظرین نے کام کیا، نظروں سے دیکھا، پھر دوربینیں لگالیں اور اس شاہکار مصنوعی پرندے کو دیکھتے رہے لیکن کسے معلوم چند ثانیہ میں کیا ہونے والا ہے۔ وہ ساتوں خلاباز اپنی کامیابی پر خوش تھے۔ اور ان کے عزیز واقارب ٹیلی ویژن اسکرین پر یہ منظر خوف ومسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھ رہے تھے خلائی مرکز برابر پیغام وصول کر رہا تھا اور وہیں سے انھیں کمان بھی کر رہا تھا، اچانک چیلنجر نے خطرہ کا سگنل دیا اور زبردست دھماکے کے ساتھ ٹیلی ویژن اسکرین پر شعلے اٹھتے ہوئے نظر آئے، امید کا تاج محل خاکستر ہو چکا تھا، اور یہ سو ٹن وزنی چیلنجر نیلے پیلے شعلوں کے قوس وقزح میں چھپ گیا تھا۔ ٹیلی ویژن کے اسکرین پر ناظرین جمائے تماشائیوں کی چیخیں نکل پڑیں کلیجے منہ کو آگئے خوشی غم میں تبدیل ہو گئی، خاموشی چھا گئی کنٹرول رک گئی، خلائی مرکز ایک مرگھٹ کا منظر پیش کرنے لگا جہاں ابھی خوشیاں اور موتیں انگڑائیاں لے رہی تھیں بلندیوں کی طرف جانے والے شعلوں میں گھرے پستی کی طرف آرہے تھے اور پھر ہمیشہ کے لئے بحر اوقیانوس میں ڈوب گئے۔

جل نہ جائے یہ کہیں برق کی زد میں آکر
شاخ امید کو اس قدر بڑھائے کیوں ہو

اسباب کی تلاش شروع ہے تحقیقات جاری ہیں، خلابازوں کا لباس ان کی کھالیں جلی ہوئی ہڈیاں ایک تھیلی کی شکل میں ملی ہیں جسے تجربہ گاہ پہونچایا جا چکا ہے، اس دلدوز اور بھیانک واقعہ کی تہہ میں کیسی عبرت پوشیدہ ہے، ذرا غور کرنے سے کیسا درس ملتا ہے کہ انسان اپنی تمام تر عقل ودانش، علم وہنر کے باوجود "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" کا مصداق ہے۔ "تمہیں تھوڑا ہی علم دیا گیا" ہے۔ عقل اس کی کمزور اور خطا ونسیان کا پتلا ہے، ایک ہی ذات اور وہ خدا کی ہے جو حکیم ودانا ہے۔ علیم وخبیر ہے، اس کے یہاں غلطی نہیں، اس کا نظام محکم ہے، لاکھوں سیارے فضائے بسیط میں اپنے محور پر رواں دواں ہیں آج تک سر مو انحراف نہیں ہوا ہے۔ بال برابر اپنے راستے سے نہیں ہٹتے اس نے جب چاہا تو سیکڑوں میں اپنے محبوب بندے کو ساتوں آسمان کی سیر کرا دی اور جب چاہا تو غروب ہوتے ہوئے آفتاب کو عمل جاری رکھنے پر مجبور کر دیا، ایک چیلنجر جس کا وزن سو ٹن تھا اس کے بنانے والے اس کو نہ بچا سکے اور اربوں سیارے جن کا وزن خدا ہی کو معلوم ہے خلا میں چکر لگا رہے ہیں سر مو اپنے مدار سے تجاوز نہیں کرتے، "ذالک تقدیر العزیز العلیم" یہ اس باخبر زبردست ذات کا محکم اندازہ ہے انسان کو نہ اپنی ذات پر اختیار ہے۔ اور نہ بنائی ہوئی چیز پر، چیلنجر کو اعلیٰ دماغ کے لوگوں نے بنایا تھا۔ اور اعلیٰ دماغ کے لوگ اسے مدار میں لے جا رہے تھے لیکن انسان کی بے بسی ظاہر ہو کر رہی۔

گلشن کی آبرو یہ وہیں اوس پڑ گئی
بھڑکی جہاں بھی دامن گل پیرہن میں آگ

بقیہ ص ۱۱

جبکہ مذہب دشمنی اور سیکولرزم میں بنیادی تضاد پایا جاتا ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلے اور اس کے مضمرات پر تشویش ظاہر کرنے والے ذمہ دار لوگ اپنے مقدمے کی بنیاد سیکولرزم ہی پر رکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہندوستان جس سیکولرزم کا علمبردار ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہر مذہب کو مساوی مرتبہ دیا جائے اور کسی کے مذہبی معاملات میں حکومت کی طرف سے مداخلت نہ کی جائے، مسلم پرسنل لا کا شمار ایسے ہی معاملات میں ہوتا ہے اور حکومت نے اس نقطۂ نظر کو جو ملک کے آئین میں دی ہوئی ضمانتوں پر مبنی ہے صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ حالانکہ اس فیصلے کی مخالفت میں بعض اوقات بعض لوگ جذبات سے مغلوب یا پروپگنڈے سے متاثر ہو کر نامناسب باتیں کرنے لگتے ہیں لیکن ان نامناسب باتوں کی وجہ سے مناسب نقطۂ نظر نامناسب نہیں بن جاتا اور اگر جیسا کہ مسٹر دلوی نے کہا ہے ہندو فرقہ پرست ایسی باتوں کی آڑ لے کر مسلمانوں کی وطن دوستی کو مشکوک قرار دینے لگتے ہیں تو اس سے مسلمانوں کا جائز مطالبہ ناجائز نہیں بن سکتا۔ کوئی بھی معقولیت پسند آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وطن دوستی مذہب سے بیزاری کی متقاضی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے مذہبی رہنماؤں نے وطن کی آزادی کے لئے جہاد کیا اور شہادت پائی۔

بدقسمتی سے کچھ لوگ مذہب کے ڈسپلن اور اخلاقی اصولوں کو اپنے لیے زحمت کا باعث سمجھتے ہیں اور ان اصولوں اور اس ڈسپلن کی خلاف ورزی کو جائز ٹھہرانے کے لیے اپنے کو ترقی پسند اور ان اصولوں کی پابندی کرنے والوں کو ظلمت پسند کہنے لگتے ہیں جس سیکولرزم کے نام پر مذہب کے تحفظ کا مطالبہ کیا جاتا ہے اسی سیکولرزم کے نام پر مذہب سے انحراف بھی کیا جا سکتا ہے مگر اس انحراف کو ترقی پسندی کہنا اس اصطلاح کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

مطالعہ کی میز پر

از: شمس تبریز خاں

(۱) **نظرات**: از جناب وقار احمد رضوی صفحات ۲۳۶، قیمت پندرہ روپے، مکتبۂ دانیال، وکٹوریہ چیمبر ۲- عبد اللہ ہارون روڈ کراچی۔

اردو میں صحیح متوازن ومعتدل اور نظریاتی تنقید ابھی تک کشمکش اور بحرانی دور سے گذر رہی ہے، اردو تنقید کا عیب اس کا مذبذب رویہ اور عدم قطعیت ہے اس میں نہ مشرقی اصول نقد سے پورا فائدہ اٹھایا گیا نہ مغربی تنقید سے اور اب جدید تنقید پہلے سے کہیں زیادہ غیر جانبداری اور ناوابستگی کے وہم وطلسم میں گرفتار ہے۔ نظرات میں پاکستان کے ممتاز اہل قلم جناب وقار احمد رضوی نے معروضی انداز میں نقد ادب کے اصول سے بحث کی ہے اور یہ بڑی قابل قدر بات ہے کہ مغربی تنقید سے مرعوبیت اور اس کی حاشیہ برداری کے بجائے نقد ادب کے مشرقی آداب واقدار کی روشنی میں ادب وتنقید کی ماہیت متعین کرنے کی کوشش کی ہے ان کے بیانات میں خود اعتمادی، وضاحت اور حقیقت پسندی بڑی حد تک موجود ہے گر معروضیت کے التزام کے سبب ان کے فیصلوں اور نتائج بحث میں مقصدیت قطعیت اور تعین کی کمی محسوس ہوتی ہے اور کہیں کہیں ترقی پسندی سے کچھ زائد تاثیر کا بھی احساس ہوتا ہے، ادب واخلاق کے باہمی تعلق سے بحث کرتے ہوئے وہ اخیر میں حریت ادب کے قائل نظر آتے ہیں جس کا رخ فن برائے فن کی طرف ہو جاتا ہے۔

انھوں نے مشرقی وعربی تنقید میں سب سے زیادہ قدامہ بن جعفر کو اہمیت دی ہے جبکہ ابن قتیبہ، جاحظ، مبرد، ابن رشیق اور عبد القاہر جرجانی اور قرآن وحدیث سے بھی نقد ادب کے سلسلے میں بہت کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے ادب وتنقید کے مقاصد کا موضوع بھی مزید بحث وتحقیق چاہتا ہے۔ اور اسلامی نظریۂ حیات اس کے تعین میں پوری طرح مفید ہو سکتا ہے ہمیں امید ہے کہ مصنف موصوف کتاب کے آئندہ اڈیشن میں ان باتوں کا بھی خیال رکھ کر کتاب کو زیادہ مفید بنا دیں گے موجودہ صورت میں بھی کتاب باوقار، سنجیدہ دشگفتہ، اور معروضی ومشرقی تنقید کی ایک اچھی کاوش کہی جا سکتی ہے اور مشرقی وعربی تنقید سے استفادہ کے خلا کو بڑی حد تک پوری کرتی ہے۔

(۲) **دنیا میں اسلام اور مسلمان**

از حافظ محمد نسیم صاحب قریشی، صفحات ۲۰۵ قیمت ۲۵ روپے، پتہ دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ۔

اسلامیہ کالج لکھنؤ کے استاذ نسیم قریشی صاحب مختلف اسلامی ممالک کے بارے میں معلوماتی مضامین کے ترجمے قومی آواز میں شائع کرتے رہے ہیں اب انھوں نے ان مضامین کو موجودہ کتاب کی شکل میں محفوظ اور مزید قابل استفادہ بنا دیا ہے۔ یہ سب مضامین مفید ومعلومات افزا اور چشم کشا ہیں اور اسے دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اچھی واقفیت حاصل ہو جاتی ہے، اردو میں اس موضوع پر کتابوں کی بہت کمی ہے اور کوئی جامع کتاب موجود نہیں اس لئے قریشی صاحب کی یہ کتاب ایک بڑے خلا کو پر کرتی ہے اور اس سے ہر طبقے اور ہر حلقے کے لوگ یکساں طور پر مستفید ہوں گے زبان بھی بہت شگفتہ اور رواں دواں ہے۔ امید ہے کہ قریشی صاحب بقیہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے بارے میں بھی کتاب کی دوسری جلد تیار کر کے اسی موضوع کو مکمل کر دیں گے جو وقت کی ایک بڑی اہم ضرورت ہے۔ قریشی صاحب ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایک اچھے موضوع پر ایک اچھی کتاب، مرتب کی اور ہماری معلومات میں قیمتی اضافہ کیا

(۳) **حضرت حکیم الامت**: از مولانا غیاث الدین صاحب مظاہری۔ صفحات ۶۴ قیمت ۳ روپے، پتہ مکتبہ عزیزیہ ۱۰۷، ۴ بخشی بازار الہ آباد ۳

(۴) **لذت سحر**: از مولانا غیاث الدین صاحب مظاہری، صفحات ۸۰، قیمت ۵ روپے، پتہ مکتبہ عزیزیہ ۱۰۷، ۴ بخشی بازار الہ آباد ۳

(۵) **گلدستۂ تقریر**: از مولانا غیاث الدین صاحب مظاہری، صفحات ۴۸ قیمت ۲ روپے ۲۵ پیسے، پتہ مکتبہ عزیزیہ ۱۰۷، ۴ بخشی بازار الہ آباد ۳

رسالہ (۳) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مختصر سوانح عمری ہے جو بچوں کے لئے لکھی گئی ہے اور زبان وبیان میں ان کی ذہنی سطح اور استعداد کی رعایت رکھی گئی ہے اور دلچسپ وشگفتہ پیرائے میں حضرت حکیم الامت کا بچوں سے تعارف کرایا گیا ہے، یہ سلسلہ بہت مفید ہے، اسے آگے بڑھاتے ہوئے حضرت کے خلفاء اور دوسرے اکابر علما ومشائخ کے متعلق رسالے بھی اسی طرز پر شائع ہوں تو ایک اچھی علمی ودینی خدمت ہوگی۔

رسالہ نمبر (۴) دراصل مولانا قطب الدین خاں صاحب دہلوی کے رسالہ "ناشئۃ اللیل" کی تسہیل ہے، جو تہجد وشب بیداری جیسے اہم دینی موضوع پر ہے اور اس کے متعلق احادیث کی شرح وتفصیل پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ بزرگوں کی شب بیداری کے شوق افزا واقعات بھی دے دیے گئے ہیں، ایسے زمانہ میں جبکہ تہجد کی سنت سے غفلت عام ہے، اس رسالہ کی اشاعت احیائے سنت کی عظیم خدمت کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے مصنف مرتب اور ناشر سبھی شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سنت کو مضبوطی سے قائم کرنے کی توفیق دے کہ وہ انکی حیات کا ایک سرچشمہ ہے، رسالہ نمبر (۵) میں مولانا مظاہری صاحب نے مختلف دینی موضوعات پر بڑے اچھے اور مختصر انداز میں تقریروں کو تحریری شکل دی ہے اس سے طلبا اور عوام مستفید ہو سکتے ہیں۔

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

سوال: کیا بغیر غسل دیے کسی میت کی نماز جنازہ پڑھ دی جائے تو نماز ہو جائیگی؟

جواب: میت کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے اس کا نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہونا ضروری ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ غسل دینے کے بعد دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے۔

سوال: کیا سورۂ یٰسین پڑھنا مستحب ہے؟

جواب: ہاں میت کے قریب سورۂ یٰسین پڑھنا مستحب ہے حدیث شریف میں وارد ہے مامن مریض یقرأ عندہ یٰسین الا مات ریان وادخل فی قبرہ ریان وحشر یوم القیامۃ ریان (رواہ ابوداؤد)

جس مریض کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائےگی وہ آسودگی کی حالت میں مرے گا اور قبر میں آسودگی کی حالت میں داخل کیا جائے گا اور قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھایا جائیگا

سوال: اگر کوئی بچہ مردہ پیدا ہو تو اسے غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں بچے کو غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

سوال: اگر نصاب شروع سال میں پورا ہو پھر درمیان سال میں اس میں کمی آجائے اور پھر آخر سال میں پورا ہو جائے تو کیا اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب: صورت مذکورہ میں زکوٰۃ واجب ہے

سوال: اگر سونے یا چاندی میں کھوٹ ہو لیکن سونا یا چاندی غالب ہو تو کھوٹ کا اعتبار کیا جائے گا یا سونے اور چاندی کا؟

جواب: صورت مسئولہ میں غلبہ کا اعتبار کیا جاوے گا اور سونے اور چاندی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سوال: کیا زندہ مچھلی کو بغیر مارے ہوئے اس کو کانٹے میں لگا کر شکار کھیلنا درست ہے؟

جواب: قطعاً درست نہیں کیونکہ اس صورت میں ذی روح کو زندہ رکھ کر تکلیف پہنچانا لازم آئے گا جس کی شرعاً سخت ممانعت ہے حدیث شریف میں متعدد جگہوں پر ذی روح کو تکلیف پہنچانے کے سلسلہ میں سخت وعید وارد ہے۔

عن ابن عمرؓ انہ مر بفتیان من قریش قد نصبوا طیرا وھم یرمونہ وقد جعلوا لصاحب الطیر کل خاطئۃ من نبلھم فلما رأوا ابن عمرؓ تفرقوا فقال ابن عمرؓ من فعل ھذا لعن اللہ من فعل ھذا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن من اتخذ شیئا فیہ الروح غرضا (متفق علیہ)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے گذرے انھوں نے ایک پرندہ کو نصب کر رکھا تھا اور تیر اندازی کر رہے تھے اور جو تیر خطا ہو جاتا وہ پرندہ کے مالک کو دے دیتے جب انھوں نے ابن عمرؓ کو دیکھا تو ادھر ادھر منتشر ہو گئے، حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا؟ خدا کی لعنت ہو رسول اللہ نے اس پر لعنت بھیجی ہے جو کسی جاندار کو نشانہ بنائے۔ حدیث مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ ذی روح کو زندہ رکھ کر تکلیف دینا شرعاً ممنوع ہے۔

سوال: ایک شخص پر قربانی فرض تھی مگر وہ سالوں تک وہ اس فریضہ کو نہ ادا کر تا رہا آخر عمر میں اسے اپنی کوتاہی کا احساس ہوا تو اب وہ کیا کرے؟

جواب: صورت مذکورہ میں قربانیوں کی قیمت صدقہ کرے۔